ماہنامہ
گوجرانوالہ

فلاحِ آدمیت

JANUARY 2008

جنوری
2008

Reg: CPL No. 80

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت

اللہ

محبت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پروازِ مسلسل

☆ موجودہ دور کے عظیم صوفی اور بانی سلسلہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی تعلیم کا علمبردار۔

☆ رُہبانیت اور شرک سے پاک اور قرآن وسنت کے عین مطابق راہ فقر کی تعلیم کا داعی۔

☆ وحدتِ اُمت، اکرام انسانیت اور فلاح آدمیت کا ترجمان۔

☆ فرقہ واریت، غصہ اور نفرت ختم کر کے عالمگیر محبت اپنانے کا نقیب۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

منشور دعوت

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً
وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ
وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ط

الاعراف۔205

ترجمہ

اپنے رب کو اپنے دِل میں عاجزی اور ڈر کے
ساتھ، اُونچی آواز نکالے بغیر، صبح و شام
یاد کرو۔ اور غافلوں میں سے نہ ہونا۔

بیادگار **خواجہ عبدالحکیم انصاری** رحؒ

بانی سلسلہ

نگران و سرپرست

محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
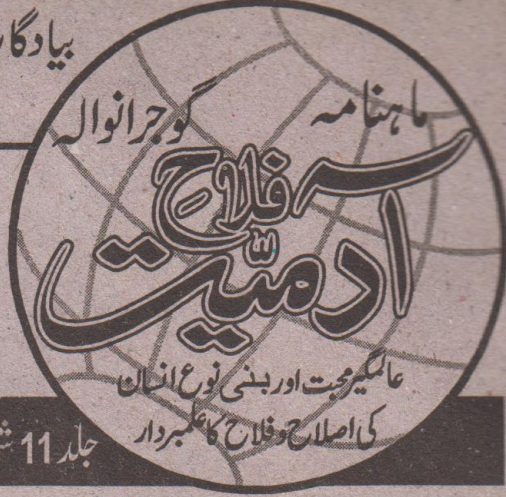
ماہنامہ فلاحِ آدمیت گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

جلد 11 شمارہ 4 جنوری 2008ء ذوالحجۃ 1428ھ

ایڈیٹر **وحید احمد**

قیمت ---- 20/- روپے

سالانہ فنڈ ---- 200/- روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:

محمد صدیق ڈار توحیدی

مرکز تعمیر ملت نزد وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

Ph:055-3862835

Mob: 0300-6493335

ایڈیٹر سے رابطہ کے لئے:

وحید احمد

تھانہ روڈ بلدیہ مارکیٹ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ

Ph:055-3881379

Mob:0300-7409533

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراجدین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

Fax: No. +92-55-4222020

E-mail: tohidia@hotmail.com

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

درس قرآن

(ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰؒ)

منافقوں کا انجام بد

منافقوں کا ایک اور پروپیگنڈا نبی کریم ﷺ کے خلاف یہ بھی تھا کہ آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ تو نرے کان ہیں کیونکہ اگر کوئی شخص آپ کو ہمارے بارے میں کچھ کہہ دے تو اس کو سچ مان لیتے ہیں اور جب ہم صفائی میں جا کر قسم کھاتے ہیں تو ہمیں بھی سچا مان لیتے ہیں۔ گویا معاذ اللہ آپ میں حق و باطل کے امتیاز کی صلاحیت نہیں۔ اس بارے میں وضاحت کر دی کہ نبی برحق سچ اور جھوٹ کو خوب پہچانتے ہیں اور منافقین کا یہ قول آپ کی اذیت رسانی کیلئے ہے۔ منافقین ایسی باتیں بھی کرتے اور انہیں یہ خوف بھی لگا رہتا کہ کہیں اللہ تعالیٰ ہمارے بارے میں اپنے نبی کو مطلع ہی نہ کر دے۔ یعنی وہ اپنی کہی ہوئی باتوں کے وبال سے بھی گھبراتے تھے۔ اس کے ساتھ قرآنِ مجید میں صراحت کر دی گئی کہ منافقوں کے آپس میں رابطے بہت مضبوط ہیں۔ مگر ان کا انجام بہت ہی ہولناک ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وعدالله المنفقين والمنفقت والكفار نار جهنم خلدين فيها هي حسبهم ولعنهم الله ولهم عذاب مقيمo

''اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کے ساتھ آتش جہنم کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ جلتے رہیں گے اور ان کیلئے ہمیشہ کا عذاب (تیار) ہے۔''

(التوبہ:68)

اسی طرح اہل ایمان کی صفت یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے خیر خواہ، ہمدرد اور دوست ہیں۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے خوگر، نماز کے پابند، اللہ کے راستے

میں خرچ کرنے والے اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے پابند رہتے ہیں۔ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہمہ وقت نازل ہوتی رہتی ہیں اور آخرت میں پاکیزہ رہائش گاہیں اور ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ان کیلئے اپنی رضا کو لازم کر دیں گے۔

اس بشارتِ عظمیٰ کے ذکر کے بعد نبی کریم ﷺ کو ہمہ وقت اور ہمہ قسم جہاد کی تیاری کے پہلو بہ پہلو کافروں کے ساتھ سخت رویہ اختیار کرنے کا حکم ہے۔کیونکہ آپ کی شفقت و رحمت کا ناجائز فائدہ اٹھا کر کفار اور منافقین فتنوں کی آگ بھڑکاتے رہتے تھے۔اس لئے آپؐ سے فرمایا کہ اس معاملے میں نرمی کا رویہ اب اختیار نہ کیا جائے۔اسی شدت پسندی کے احکام میں سے ایک حکم یہ بھی تھا:۔

الذین یلمزون المطوعین من المومنین فی الصدقت والذین لا یجدون الا جھدھم فیسخرون منھم سخر اللّٰہ منھم ولھم عذاب الیمo

استغفرلھم اولا تستغفرلھم ان تستغفرلھم سبعین مرۃ فلن یغفراللّٰہ لھم ذلك بانھم کفروا باللّٰہ ورسولہ o

''جو (ذی استطاعت) مسلمان دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور جو (غریب و مزدور) صرف اتنا ہی کما سکتے ہیں جس قدر مزدوری کرتے ہیں (اور اس تھوڑی سی کمائی میں سے بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں) ان پر جو (منافق) طعن کرتے اور ہنستے ہیں،اللہ ان پر ہنستا ہے اور ان کیلئے تکلیف دینے والا عذاب (تیار) ہے۔تم ان کیلئے بخشش مانگو یا نا مانگو (بات ایک ہی ہے) اگر ان کیلئے ستر دفعہ بھی بخشش مانگو گے تو بھی اللہ ان کو نہیں بخشے گا۔(پھر آگے چل کر اس بخشش نہ کئے جانے کا ذکر کیا گیا) یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر (غداری) کیا۔''

(التوبہ:79-80)

روایات میں ہے کہ یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں جب سراپا رحمت نبی ﷺ عبداللہ بن ابی

بن سلول رئیس المنافقین کی موت پر اس کیلئے نمازِ جنازہ کی صورت میں مغفرت طلب کر رہے تھے۔ باری تعالٰی نے فیصلہ صادر فرما دیا کہ ایسے لوگوں کی بخشش کی کوئی صورت نہیں۔ اس کی تفصیل آئندہ آ رہی ہے۔ اسی مقام پر ان منافقین کی خود فریبی کا پردہ چاک کیا جو غزوہ تبوک میں شرکت سے گریز کر رہے تھے۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ مشکلات سے گھبرا کر یوں کر رہے ہیں۔ آئندہ ان کو کسی غزوے میں ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں بلکہ ان کا انجام تو اس قدر گھناؤنا ہے کہ مسلمانوں کو پابند بنایا کہ جب وہ مر جائیں تو ان کا نماز جنازہ تک بھی نہیں پڑھنا۔

ارشادِ باری تعالٰی ہے:۔

ولا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره انهم کفروا باللّٰه و رسوله وماتوا وهم فسقونo

''اور (اے نبی) ان میں کوئی مر جائے تو کبھی اس (کے جنازے) پر نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر (جا کر) کھڑے ہونا۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے رہے اور مرے تو نافرمان (ہی مرے)''۔ (التوبہ:84)

مجاہدین کی عظمت

اور اس کے مقابل اہلِ ایمان کا وہ طبقہ ہے جن کیلئے باری تعالٰی نے یوں اعلانِ بشارت فرمایا:

لکن الرسول والذین امنوا معه جاهدوا باموالهم وانفسهم ۔ واولئك لهم الخیرات واُولئك هم المفلحون o اعد اللّٰه لهم جنت تجری من تحتها الانهر خلدین فیها۔ ذلك الفوز العظیمo

''لیکن نبی اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے اور اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ لڑے، اُنہی کیلئے بھلائیاں ہیں۔ اور یہی (لوگ) مراد پانے والے ہیں۔ اللہ نے ان کیلئے باغات تیار کر

رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں (یہ مومن) ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔“ (التوبہ:88-89)

اہل ایمان کے طبقات

1۔ وہ مہاجر اور انصار جو ایمان میں پہل کر گئے۔

2۔ وہ لوگ جو نیکی کے معاملات میں ان کی پیروی کرنے والے ہیں۔

ان دونوں طبقات کیلئے جنت کی بشارت ہے۔اس مقام پر ایک بات قابل غور ہے کہ صحابہ مہاجرین وانصار کا اتباع کرنے والے کو بھی جنت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔اس بشارت کے بعد روئے سخن ان منافقوں کی جانب ہے جنھوں نے مسلمانوں کو اذیت پہنچانے کے نئے نئے حربے اختیار کر رکھے تھے۔

مسجد ضرار۔۔۔ایک نیا حربہ

اذیت رسانی کے روایتی طریقوں سے ہٹ کر منافقوں نے ایک طریقہ اختیار کیا کہ مدینہ کی آبادی سے ذرا ہٹ کر ایک مسجد نما عمارت بنائی اور یہ تاثر دیا کہ یہ اجتماعی عبادت کیلئے ایک مقام ہے مگر درپردہ مقصد یہ تھا کہ غیر ملکی مشنری اور غیر مسلم ممالک کے نمائندوں کو وہاں ٹھہرا کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں تیار کی جاسکیں۔مسلمانوں کو فریب دینے کیلئے انہوں نے نبی اکرمؐ سے درخواست بھی کی کہ آپ اس کا افتتاح فرمادیں۔آپ اس وقت غزوہ تبوک کیلئے تیاریاں فرما رہے تھے۔آپ نے واپسی پر اس عمارت میں جانے کا وعدہ بھی فرمالیا۔اس دوران میں منافقوں کی اس سازش کو طشت ازبام کر دیا گیا۔

اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

والذین اتخذوا مسجد ضرار و کفرا وتفریقا بین المومنین وارصادا لمن حارب اللّٰہ و رسولہ من قبل ولیحلفن ان اردنا الا الحسنی۔ واللّٰہ

یشهد انهم لکذبون لا تقم فیه ابدا ط

''اور(ان میں ایسے بھی ہیں)جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے پہلے جنگ کر چکے ہیں، ان کیلئے گھات(ٹھہرنے) کی جگہ بنائیں اور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصود تو صرف بھلائی تھی۔مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں تم اس (مسجد) میں کبھی (جاکر) کھڑے بھی نہ ہونا''۔ (التوبہ:107-108)

مسجد بنانے والوں کی عظمت

اس حکم الٰہی کے بعد آپؐ نے اس عمارت کے گرادینے کا حکم دیا۔اس پر اس عمارت کو مسمار کر دیا گیا۔اس سے قبل اسی سورۃ میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ مسجد کی تعمیر و آبادی تو اہل ایمان کا شیوہ ہے۔اس آڑ میں منافقوں نے یہ کھیل کھیلا جبکہ مخلصین کا کبھی بھی یہ مطمع نظر نہ رہا۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کی تحسین فرمائی اور جن لوگوں نے اللہ کی رضا کی خاطر مسجدوں کی تعمیر کی،ان کی عظمت کو یوں ذکر فرمایا:۔

لمسجد اُسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیه ۔

''وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے،(وہ)اس قابل ہے کہ اس میں جایا (اور نماز پڑھا) کرو۔'' (التوبہ:108)

یہ آیت کریمہ مسجد قبا کے بارے میں ہے۔نبی اکرمﷺ اکثر ہفتہ کے روز وہاں تشریف لے جاتے اور اس میں نماز ادا فرماتے۔اس مسجد کے بنانے والوں کے تقویٰ وطہارت کی خود اللہ تعالیٰ نے بھی گواہی دی۔سورۃ توبہ میں اگر منافقوں کیلئے زجر وتوبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ ہے تو اس کے پہلو بہ پہلو مخلص اہل ایمان کے لئے بشارت اور خوشخبری بھی جا بجا مذکور ہے۔

ان اللّٰہ اشتری من المومنین انفسهم واموالهم بان لهم الجنة ۔

''اللہ نے اہل ایمان سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں (اور اس کے) عوض

میں ان کیلئے بہشت (تیار کی) ہے''۔(التوبہ: 111)

علاماتِ ایمان

اس خوشخبری کے بعد ظاہر ہے کہ ہر شخص نے دعوائے ایمان کیا مگر دعویٰ کیلئے بطور گواہ یا دلیل مومنین کے اوصاف بیان کئے گئے تا کہ اس بشارتِ عظمیٰ کے استحقاق کیلئے ان اعمال کو اپنایا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

یقاتلون فی سبیل اللّٰہ فیقتلون و یقتلون وعداعلیہ حقا فی التورۃ والانجیل والقران۔ ومن اوفی بعھدہ من اللّٰہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذلك ھو الفوز العظیمo

التائبون العبدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الامرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحفظون لحدود اللّٰہ و بشرالمومنینo

''(مومن) وہ ہیں جو لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔مارتے بھی ہیں اور مارے بھی جاتے ہیں۔ یہ تورات، انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے۔جو اللہ تعالیٰ یقیناً پورا کرے گا اور اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ جو تم نے اس سے سودا کیا ہے، اس سے خوش ہو جاؤ۔یہی بڑی کامیابی ہے (اہل ایمان کی مزید علامات یوں بیان فرمائیں) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، اللہ کی تعریف کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی (متعین کردہ) حدود کی حفاظت کرنے والے، اہل ایمان کو خوشخبری سنادیں''۔ (التوبہ: 111-112)

مشرک کیلئے استغفار نہ کریں

اس قدر بڑی خوشخبری کے بعد اب مشرکین کے بارے میں نبی ﷺ کو روکا جا رہا ہے کہ وہ لوگ جو شرک میں مبتلا ہیں، ان کیلئے مغفرت کی دُعا نہ کریں اور بطور نمونہ یہ بتایا جا رہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کیلئے دُعا کا وعدہ کیا تھا، وہ ہم نے پورا نہیں ہونے دیا۔

ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو روک دیا تھا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اُولی قربی من بعد ما تبین لھم انھم اصحب الجحیمo

وماکان استغفار ابرھیم لابیه الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ فلما تبین له انه عدو للّٰہ تبرا منه ان ابرھیم لاواہ حلیمo

''نبی کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں، یہ زیبا نہیں کہ مشرکوں کیلئے مغفرت کی دعا کریں، چاہے وہ اُن کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جبکہ اُن پر یہ بات کھل چکی ہے کہ وہ جہنم کے مستحق ہیں۔حضرت ابراہیم نے اپنے باپ کیلئے جو دعائے مغفرت کی تھی، وہ تو اس وعدے کی وجہ سے تھی جو اس نے اپنے باپ سے کیا تھا مگر جب اس پر یہ بات کھل گئی کہ ان کا باپ خدا کا دشمن ہے تو (وہ اس سے بیزار ہو گئے۔یعنی) اس دُعا سے بری ہو گئے۔حق یہ ہے کہ (حضرت) ابراہیم بڑے رقیق القلب، خدا ترس اور بردبار آدمی تھے۔''(التوبہ:113-114)

تین صحابیوں کی توبہ

اس کے بعد جنگ تبوک کے موقعہ پر جن لوگوں کے خلاف تادیبی کارروائی ہوئی، ان میں تین کا ذکر اسی سورت میں مذکور ہے۔

لقد تاب اللّٰہ علی النبی والمھجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعة العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منھم ثم تاب علیھم ۔ انه بھم رؤف رحیم o وعلی الثلثة الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم وظنوا ان لا ملجا من اللّٰہ الا الیه ۔ ثم تاب علیھم لیتوبوا ان اللّٰہ ھوالتواب الرحیمo

''بے شک اللہ نے اپنے رسول پر مہربانی کی اور (مومنین) مہاجرین وانصار پر بھی جو اس

کے کہ ان میں سے بعض کے دل مشکل گھڑی میں پھر جانے کو تھے (مگر) پھر بھی اللہ نے مہربانی کی ۔بے شک وہ ان پر نہایت شفقت کرنے والا اور مہربان ہے۔اور (خاص کر) ان تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا۔یہاں تک کہ جب زمین اپنی کشادگی کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور ان کا جینا ان کیلئے دوبھر ہوگیا اور انہوں نے (بھی) جان لیا کہ اللہ (کے عذاب) سے خود اس کے علاوہ کوئی (جائے) پناہ نہیں (تو) اللہ نے ان پر مہربانی کی تاکہ وہ تائب ہوں ۔بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے"۔ (التوبہ:117-118)

یہ ان تین حضرات کا قصہ ہے جو غزوہ تبوک میں آپؐ کے ساتھ نہ گئے،اس موقعے پر ساتھ نہ دے سکنے والے تین طرح کے لوگ تھے۔

1۔ منافق۔

2۔ مومن جو اپنے حقیقی عذر کے باوجود نہ جا سکے۔

3۔ وہ مومن جو بغیر کسی عذر کے (محض سُستی) کے باعث نہ جا سکے۔

ان تینوں حضرات کا تعلق تیسرے طبقے کے ساتھ ہے،اس طبقہ کے جن لوگوں نے اپنے قصور کا اعتراف واقرار کرلیا،ان کو معاف کر دیا گیا مگر ان تینوں حضرات کا معاملہ تا دیا پچاس دن تک ملتوی رکھا گیا۔ان تینوں صحابہ کرامؓ کے اسماءِ گرامی یہ ہیں۔مرارہ بن ربیعؓ،کعب بن مالکؓ اور بلال بن امیہؓ۔ان دنوں میں ان تینوں حضرات کی کیفیت یہ ہوئی کہ وہ اپنی اس زندگی کو موت سے بھی بدتر سمجھنے لگے کیونکہ جس زندگی میں نبی اکرم ﷺ کی رضا شامل نہ ہو وہ بھی کیا زندگی ہے۔

آخر وہ رقت انگیز لمحہ بھی آیا کہ ان کے قصور معاف کر دیئے گئے اور یہ آیات اسی سلسلے میں نازل ہوئیں۔سبحان اللہ کیا عظمت ہے ان حضرات کی!

تعلیم دین۔فرض کفایہ

اس کے بعد اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی کہ مومنین کو آپس میں ایک گروہ بن کر رہنا ہے۔ ان کے دل مشرکین کی طرف جھکے ہوئے نہ ہوں خواہ وہ قریبی عزیز اور رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

سورہ التوبہ کے آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ایک حکم آیا کہ دین کا سیکھنا اور سکھانا فرض کفایہ کے طور پر ادا کرو اور ہر بستی اور ہر شہر میں سے کچھ لوگ نکل کھڑے ہوں ۔ دین کو سیکھیں اور پھر اپنے علاقے کے لوگوں کو سکھائیں ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وماکان المومنون لینفروا کافۃ۔ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرونo

''اور یہ کچھ نہ تھا اہل ایمان سارے کے سارے ہی نکل کھڑے ہوتے مگر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصے میں سے کچھ لوگ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے تاکہ وہ غیر مسلمانہ روش سے پرہیز کرتے''۔

(التوبہ:122)

آخر میں حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ گرام کے بارے میں ایک آیت آ رہی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رءوف رحیمo

فان تولوا فقل حسبی اللّٰہ۔ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیمo

''دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے، جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے اور تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کیلئے وہ شفیق اور رحیم ہے۔(اے نبی ﷺ!) اب اگر یہ لوگ آپ سے منہ پھیرتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ میرا اللہ کفایت کرتا ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے''۔ (التوبہ:129-128)

جنت ۔ دوزخ

(پیر خاں توحیدی)

جنت اور دوزخ ایسے دو الفاظ ہیں جو اکثریت کے ساتھ بولے جاتے ہیں، بڑے بڑے عالم، بڑے بڑے زاہد، بڑے بڑے شاعر اور بڑے بڑے مقرر ان الفاظ کو عام استعمال میں لاتے ہیں۔ کتابوں کے اندر بھی یہ دونوں الفاظ کثرت سے ملتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ جنت اور دوزخ ہیں کیا۔ کہاں ہیں۔ کیسے ہیں اور ان میں کون لوگ ہونگے۔ اور ان پر کیا گذرے گی۔ یہ خیالات اکثر ہر قاری کے دل و دماغ میں اُبھتے رہتے ہیں۔ جنت کا نام سن کر قدرتی طور پر دل میں خوشی اور راحت پیدا ہوتی ہے اور سکون حاصل ہوتا ہے جبکہ دوزخ کے نام سے دل میں اِک ہول، اک خوف اور بے سکونی محسوس ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی پیدا فرمایا ہے چاہے وہ جنت ہے یا دوزخ ہے، زندگی ہے یا موت ہے، دنیا ہے یا آخرت ہے، خوشی ہے یا غم ہے، دن ہے یا رات ہے یہ سب کچھ حضرتِ انسان کیلئے پیدا فرمایا ہے اور حضرتِ انسان کو اپنے لئے پیدا کیا ہے۔ تا کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے کو جانے پہچانے اور اس کی عبادت کرے۔ اسی لئے علامہؒ نے بھی یہ فرمایا ہے کہ "جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کیلئے" یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ سب انسان کیلئے ہے تا کہ وہ اس سے فائدہ اُٹھائے اس پر تصرف حاصل کرے مگر اِسی کا ہو کر نہ رہ جائے۔ اور نہ ہی اس میں دل لگائے۔ دل لگائے تو اپنے اللہ سے لگائے کیونکہ ایک نہ ایک دن اِسے یہ سب کچھ چھوڑ کر اپنے اللہ کے پاس جانا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان سے پہلے فرشتوں اور جنوں کو پیدا کیا جو نوری اور ناری کہلاتے ہیں۔ جنوں میں ایک ابلیس بھی تھا جو اپنی عبادت و ریاضت سے فرشتوں کا ہمسر ہو گیا۔ بلکہ ان سے بھی آگے نکل کر مقربین میں شامل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے جب اپنی پہچان کیلئے انسان کو بنانے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں کو بلا کر کہا کہ میں زمین پر ایک خلیفہ اور نائب بنانے والا ہوں۔ یہ سن کر فرشتوں نے جن میں ابلیس بھی تھا کہا کہ اے ہمارے رب یہ تیرا خلیفہ (انسان) زمین میں فساد برپا کرے گا، خونریزی کرے گا

حالانکہ ہم تیری تسبیح اور تیری تعریف بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے فرشتو جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے (القرآن) پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان (آدمؑ) کو کھنکتی ہوئی مٹی سے پیدا کر کے اپنی روح اس میں پھونک کر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو۔ سب فرشتے اللہ کا حکم پاتے ہیں سجدہ میں گر گئے مگر ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس تو نے سجدہ کیوں نہ کیا تو اُس نے تکبر اور غرور سے جواب دیا کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اِس آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ میں اس سے بہتر ہوں بھلا میں اسے سجدہ کیسے کروں میں سجدہ نہیں کرتا۔ اس کی اس حکم عدولی پر اس پر قیامت کے دن تک لعنت کی گئی اور راندہ درگاہ ہوا۔ آدمؑ کی پسلی سے حوا کو پیدا کیا تا کہ آدمؑ اِس سے سکون حاصل کرے۔ دونوں کو حکم دیا کہ جاؤ جنت میں جا کر رہو۔ بسو، کھاؤ، پیو اور عیش کرو جہاں تمہارا جی چاہے۔ ہاں ایک بات کا خیال رکھنا کہ یہ ایک درخت ہے اس کے قریب بھی نہ جانا ورنہ تمہیں یہاں سے نکال دیا جائے گا۔ آدمؑ اور حواؑ دونوں خوشی خوشی جنت میں رہنے لگے۔ انہیں ان کی مرضی کی ہر شے میسر تھی اور کسی قسم کا غم فکر نہ تھا۔ اُدھر ابلیس تھا کہ بجائے ندامت کے اللہ سے مہلت مانگنے لگا اور جب اللہ تعالیٰ نے اسے مہلت دے دی ایک مقررہ مدت تک تو اُسی وقت کہہ اُٹھا کہ مجھے تیری قسم میں آدمؑ اور اُس کی اولاد پر چاروں طرف سے حملے کرونگا۔ انہیں تیرے راستہ سے روکونگا، انہیں بدراہ کروں گا اور تیری نافرمانیاں کرواؤنگا۔ اور ان کے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے ڈالونگا۔ اللہ نے کہا کہ ابلیس جا کر لے جو تو کرنا چاہتا ہے۔ میں بھی تجھ سے اور تیرا کہا ماننے والوں کو دوزخ میں ڈال کر دوزخ کو بھر دونگا۔ لیکن یاد رکھنا جو میرے بندے ہونگے ان پر تیرا زور نہ چل سکے گا وہ تیری چالوں سے بچ جائیں گے تو ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ وہ آدمؑ کا جانی دشمن بن گیا اور منصوبے بنانے لگا کہ آدمؑ کو کس طرح جنت سے نکال باہر کرے آخر وہ اس میں کامیاب ہو گیا کہ ایک دن موقع پا کر وہ آدمؑ کے پاس جنت میں پہنچ گیا اور آدمؑ کو بہکانے پھُسلانے لگا وہ ہمدردانہ لہجے میں آدمؑ سے مخاطب ہوا کہ اے آدمؑ کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ نے تمہیں اس درخت سے کیوں منع کیا؟ پھر خود ہی بول اُٹھا

تا کہ تم ہمیشہ کی زندگی پا کر اِس جنت میں رہنے لگو۔ شیطان آدمؑ کو بھلا پھسلا کر اس درخت کے پاس لے گیا اور کہا دیکھو کتنا خوشنما درخت ہے اور کتنا میٹھا اس کا پھل ہے۔ کھاؤ اِس کا پھل اور پا جاؤ ہمیشہ کی زندگی اور رہو اِس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے۔ آدم پر اس کا وار چل گیا اور جب ان دونوں نے (آدمؑ ،حواؑ) اُس کا پھل کھالیا تو یکلخت اُن کی شرم گاہیں اُن پر عیاں ہوگئیں۔ شیطان بھاگ گیا اُس نے جو کرنا تھا کر گذرا۔ وہ دونوں اپنا حال دیکھ کر سخت شرمندگی اور ندامت محسوس کرنے لگے اور جنت کے درختوں کے پتے توڑ کر اپنی شرم گاہوں پر چپکانے لگے۔ ثابت ہوا کہ شیطان کا پہلا وار ہی عریانی کرانا ہے۔ جیسے آج کل کے روشن خیال اور اعتدال پسند حضرات کرتے ہیں۔ ''اللہ اپنی پناہ میں رکھے ہر مسلمان کو''۔ جب دیکھا کہ آدمؑ اور حواؑ اپنی شرمگاہوں کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ اے آدمؑ کیا میں نے تمہیں اِس درخت سے منع نہ کیا تھا؟ آدمؑ نے اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے کہا ہاں میرے رب تو نے ضرور منع کیا تھا ہم سے غلطی ہوگئی ہے۔ اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا تو ہم نقصان اُٹھانے والوں میں ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو جنت سے نکال کر زمین پر بھیج دیا اور کہا کہ تمہارا ٹھکانہ زمین ہے تمہارے پاس میری ہدایت آتی رہے گی جس نے اس پر عمل کیا اُسے جنت میں رکھونگا اور جس نے شیطان کی پیروی کی اُسے دوزخ میں ڈالوں گا۔

جنت کیا ہے:۔ جنت مقامِ رحمت ہے جو زمین و آسمان کی وسعتوں میں پھیلا ہوا ہے۔ سلامتی کا گھر ہے۔ مقامِ نور ہے۔ جنت ایک حیرت کدہ ہے جو مومنوں کی ابدی آرام گاہ ہے۔ جنت ایک وسیع باغ ہے جس میں ہر قسم کا پھل ہر قسم کا میوہ موجود ہوگا۔ اس میں ہر قسم کی آسائش و آرام کا سامان ہوگا۔ جنت میں شہد اور دودھ کی نہریں بہتی ہونگی۔ جنت میں حور و غلمان ہونگے جو مومنوں کی دلجوئی اور خدمت کریں گے۔ جنت میں ایسے بازار ہونگے جنہیں فرشتوں نے گھیر رکھا ہوگا اور جنتیوں سے کہا جائے گا کہ جو کچھ تمہیں پسند آئے لے لو۔ جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ملیں

گی جو کبھی کانوں سے سنی ہونگی نہ آنکھوں نے دیکھی ہونگی۔

دوزخ کیا ہے:۔ دوزخ مقامِ ذلت ہے۔ایک بھڑکتا ہوا الاؤ ہے جس سے آگ کے شعلے اُٹھتے ہیں اور دور تک پھیل جاتے ہیں جو کچھ بھی اس کی لپیٹ میں آتا ہے بھسم ہو جاتا ہے۔ دوزخ ندامت، شرم ساری اور حسرت کا مقام ہے دوزخ اندھیروں کا گھر ہے اس میں تند خو اور ڈراؤنی شکل والے فرشتے ہونگے جو گنہگاروں، کافروں، فاسقوں اور مشرکوں کو سزا دینے کیلئے مقرر کر رکھے ہیں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ بنا کر تیار کر لئے تو جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ جاؤ دونوں کی سیر کرو اور ان کا حال مجھے بتاؤ۔جبرائیل علیہ السلام جب دونوں کو دیکھ کر واپس آئے تو اللہ تعالیٰ کو بتایا کہ اے میرے مالک مجھے تیری عزت وجلال کی قسم کی جنت اتنی حسین، خوبصورت اور دلفریب ہے اور اس میں ہر قسم کی آرام و آسائش کی چیزیں میسر ہیں۔شہد اور دودھ کی نہریں بہتی ہیں سایہ دار درخت ہیروں اور جوہرات سے مزین محل ہیں دلفریب وادیاں اور خوشنما پھول ہیں ہر کوئی اِدھر ہی آنے کی کوشش کرے گا۔جبکہ دوزخ ایک ڈراؤنی اور بھیانک جگہ ہے ذلت اور رسوائی کا ٹھکانہ ہے آگ کا سمندر ہے اِدھر سے تیرے بندے بھاگیں گے اور کوئی بھی اس میں آنا پسند نہ کرے گا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرائیل اب زرہ جا کر ان دونوں کے راستے بھی دیکھو اور پھر مجھے ان کا حال بھی سناؤ۔جبرائیل گئے دونوں کے راستے دیکھے اور آ کر بتایا اے میرے مالک جنت کا راستہ تو بہت ہی دشوار بہت مشکل ہے اس میں سنگلاخ چٹانیں، خاردار جھاڑیاں ہیں اور قدم قدم پر چور ڈاکو ڈیرے لگائے بیٹھے ہیں نہ کوئی سایہ ہے اور نہ ہی پینے کو ٹھنڈا پانی۔کوئی شخص بھی اس پر چلنا پسند نہ کرے گا۔دوسری طرف دوزخ کا راستہ جس پر سایہ دار درخت، ٹھنڈے میٹھے پانی کے چشمے، عیش و آرام کا سامان نہ کوئی ڈاکو نہ کوئی چور تیرے سارے بندے اسی راستہ پر چلیں گے اِسی کو استعمال میں لائیں گے۔اللہ نے فرمایا اے جبرائیل میرے جو بندے جنت کے مشکل اور دشوار راستہ پر چلنے کی ہمت کریں گے

میں انہیں جنت میں داخل کر کے ہمیشہ کی خوشیوں سے ہم کنار کر دونگا اور جو دوزخ کے آسان و آرام دہ راستہ پر چلیں گے میں انہیں دوزخ میں داخل کر کے ذلت اور رسوائی کے گڑھے میں ڈال دونگا۔

جنت کی مادی نعمتیں:۔ جنت میں دائمی میوے اور دائمی سائے ہونگے۔اہل جنت کو نہ کوئی غم ہوگا نہ ہی ملال،جس چیز کی خواہش کریں گے حاضر پائیں گے یہاں تک کہ اگر کوئی جنتی اُڑتے ہوئے پرندہ کو دیکھ کر اس کا گوشت کھانے کا خیال کرے گا تو وہ زندہ بھنا ہوا اس کے سامنے حاضر کر دیا جائے گا اگر کوئی پھل کھانے کی خواہش کرے گا تو وہ پھل اُسی وقت اُس کے سامنے حاضر کر دیا جائے گا۔کوئی مشروب پینا چاہے گا تو حاضر کر دیا جائے گا غرضیکہ اُس کے دل میں جو بھی خواہش پیدا ہوگی اُسے پورا کیا جائے گا۔

جنت کی روحانی نعمتیں:۔ جنتیوں کو اللہ کا قرب اللہ کا دیدار ہوگا۔جنتی امن اور سلامتی کی باتوں کے علاوہ کوئی لغو بات نہ سنیں گے اہلِ جنت کے دلوں میں اگر کوئی کدورت یا نفرت ہو گی بھی تو اللہ تعالٰی اُسے دور کر کے انہیں بھائی بھائی بنا دیں گے۔جنتیوں کے چہرے روشن ہونگے اور اُن کا نور ان کے آگے آگے دوڑ رہا ہوگا انہیں وہاں پاک بیویاں ملیں گی اور پاکیزہ شراب پلائی جائے گی جسکا نہ نشہ ہوگا اور نہ ہی سر چکرائے گا۔

دوزخ کی مادی سزائیں:۔ دوزخ کی آگ چہروں کو جُھلس دے گی صورتوں کو بگاڑ دے گی۔دوزخیوں کو آگ کا لباس اور آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے۔لوہے کے ہتھوڑوں سے مارا جائے گا۔پھندوں اور زنجیروں میں جکڑ کر کھینچا جائے گا۔کھولتے ہوئے پانی میں ڈالا جائے گا۔پینے کو زخموں کا دھون کھانے کو خار دار جھاڑیاں دی جائیں گی۔دوزخی موت اور حیات کی کش مکش میں مبتلا رہیں گے نہ کوئی سایہ ہوگا اور نہ ہی آگ سے بچاؤ کا سامان ہوگا۔ دوزخ اپنی چیخ و چنگار سے دوزخیوں کو خوف زدہ کرے گی۔

دوزخ کی روحانی سزائیں:۔ عام طور پہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ دوزخ میں مادی سزائیں

ہی دی جائیں گی۔لیکن قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ مادی سزاؤں کے علاوہ دوزخ میں روحانی سزائیں بھی دی جائیں گی جو مادی سزاؤں سے زیادہ اذیت رساں اور تکلیف دہ ہوں گی جیسے ندامت،شرمساری، بےعزتی، بےرُخی اور ذلت وغیرہ۔دوزخیوں کو پیہم غم ہوگا اور جب کبھی اِس سے نکلنے کی کوشش کریں گے پھر اس میں دھکیل دیئے جائیں گے دوزخی دیدارِخدا سے محروم رہیں گے ایک دوسرے پر لعن طعن کریں گے۔

جنت اور دوزخ کے حالات اگر چہ قیامت برپا ہونے کے بعد ہی منکشف ہونگے لیکن ان کی پہچان مرنے کے بعد عالمِ برزخ میں ہی کرائی جائے گی۔مرنے کے بعد اور قیامت کے درمیانی زمانہ کو برزخ کہتے ہیں۔مرنے کے بعد جن لوگوں نے دنیا میں اگر اچھے کام کئے ہونگے تو قبر کے اندر منکر نکیر کے سوالات کے بعد اُن پر پہلے دوزخ عیاں کی جائے گی اور پھر جنت کا نظارہ کرایا جائے گا اور انہیں یہ بھی بتایا جائے گا کہ اگر تم نے دنیا میں بُرے کام کئے ہوتے تو تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہوتا لیکن تم نے دنیا میں نیک عمل کئے اِس لئے تمہارے ان اعمال کی جزا کے بدلے تمہارے لئے یہ جنت ہے۔وہ خوش ہونگے اپنی منزل کو دیکھ کر۔پھر جنت کی طرف سے ان کیلئے ایک کھڑکی کھول دی جائے گی اور انہیں کہا جائے گا کہ اب تم آرام اور سکون سے پڑے رہو اور جنت میں جانے کا انتظار کرو۔

جن لوگوں نے اللہ سے بغاوت کی ہوگی اللہ کی نافرمانیاں کی ہونگی اُن کے ساتھ معاملہ اُلٹا ہو گا انہیں پہلے جنت دیکھایا جائے گا پھر دوزخ اور کہا جائے گا کہ اگر تم نے دنیا میں اچھے کام کئے ہوتے تو تمہارے لئے یہ جنت ہوتی لیکن تم نے دنیا میں اللہ سے بغاوت کی اللہ کی نافرمانیاں کیں لہٰذا تمہارے لئے یہ دوزخ تمہارا ٹھکانہ ہے وہ دوزخ کو دیکھ کر چیخیں گے لیکن کوئی شنوائی نہ ہوگی ان کی قبروں کے اندر دوزخ کی طرف ایک کھڑکی کھول دی جائے گی جس کے تپش سے وہ جھلس جائیں گے انہیں حکم ہوگا اب تم یہاں جلتے رہو تڑپتے رہو اور قیامت کے روز حساب و کتاب کے بعد نیکوکاروں کو عزت و احترام کے ساتھ جنت کی طرف لے جایا جائے گا تو جنت

کے داروغ انہیں سلامتی کے ساتھ جنت میں داخلہ کی اجازت دیں گے جبکہ بدکاروں کو اللہ کے فرشتے ہانکتے اور مارتے ہوئے دوزخ کی طرف لے جائیں گے وہاں کے داروغ ان پر لعنتیں بھیجیں گے پھر دوزخ میں دھکیل کر انہیں کہا جائے گا کہ اب چکھو اپنے گناہوں اور بدکاریوں کا مزہ اور رہو اس میں ہمیشہ کیلئے یہی تمہارا ٹھکانہ ہے۔

جنت اور دوزخ کے درمیان بھی ایک جگہ ہے جسے اعراف کہتے ہیں یہاں پر وہ لوگ ہونگے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہونگی یہ لوگ جب جنت کو دیکھیں گے تو اس میں داخلے کی آرزو کریں گے اور جب دوزخ کو دیکھیں گے تو اس سے پناہ مانگیں گے آخر اللہ تعالیٰ ان کو بھی اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دیں گے۔ دوزخ میں کچھ ایسے لوگ بھی ہونگے جنہیں نبی رحمت کی شفاعت سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا لیکن وہاں انہیں دوزخ کے کھولتے ہوئے پانی میں چند غوطے لگوا کر پاک کیا جائے گا پھر جنت میں ان کا داخلہ ہوگا کیونکہ جنت میں کسی ناپاک کو داخل نہ کیا جائے گا۔ دوزخ میں قیام کی مدت کا انحصار گناہوں کی تعداد اور نوعیت پر ہوگا۔ جنت میں داخلہ صرف ان لوگوں کو ملے گا جو نبی آخر الزمان پر ایمان لائے اور اخلاص کے ساتھ کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ** پڑھا۔ یہ کلمہ پڑھ کر آدمی اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے اور جنت میں داخلہ کیلئے اسلام میں داخلہ ضروری ہے۔

جنت اور دوزخ دونوں کے درجات ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اُن کے اعمال کے مطابق جنت کے درجوں پر فائز کریں گے جبکہ دوزخیوں کو اُن کے اعمال کے مطابق دوزخ میں ڈالا جائے گا فرق یہ ہوگا کہ جنت میں اعلیٰ مقام والوں کیلئے اعلیٰ انعام و کرام ہوگا جبکہ ادنیٰ مقام والوں کیلئے بھی جو انعام و کرام ہوگا اُس کی مثال نہیں۔ لیکن دوزخ میں سب کو سزا ہوگی البتہ جس شخص نے اچھے کام کئے ہونگے اُس کیلئے دوزخ میں اُس کا ٹھکانہ کسی ایسے درجہ میں ہوگا جہاں سزا دوسرے دوزخیوں کی نسبت ذرہ کم ہوگی لیکن کوئی دوزخی سزا سے بچ نہ سکے گا۔

مسلمان کا نصب العین

(مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی)

نصب العین سے کیا مراد ہے؟

دنیا کا کوئی شخص کوئی کام بغیر کسی مقصد کے نہیں کرتا۔ ایک بچہ بھی جب کھلونوں سے کھیلتا ہے یا بار تیب چیزوں کو ادھر اُدھر رکھتا اور توڑتا پھوڑتا ہے تو اُس کا کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے۔ وہ لفظ مقصد سے ناآشنا اور اُس کے معنی سے بے خبر ہوتا ہے۔ وہ اس کے تلفظ پر بھی قدرت نہیں رکھتا لیکن تحت الشعور ایک جذبہ کارفرما ہوتا ہے اور وہی بے زبان جذبہ اس کے مقصد کا ترجمان ہوتا ہے۔ اسے آپ وقت گذاری کہہ لیجئے، تکمیل خواہش سے تعبیر کر لیجیے۔ بہرکیف ایک مقصد ضرور اُس کے نہاں خانہ دل میں پنہاں ہوتا ہے خواہ اس کا اظہار کر سکے یا نہ کر سکے۔

اب اپنے آپ کو دیکھیے آپ بھی جتنے کام کرتے ہیں خواہ وہ حرکت ہو یا سکون سب کا ایک مقصد ہوتا ہے اور ایک ہی مقصد پر کام ختم نہیں ہو جاتا بلکہ مقصد کے بعد ایک اور مقصد اور پھر اس کے اندر ایک اور مقصد، غرض مقاصد کا ایک لگا تار سلسلہ ہوتا ہے اور کہیں جا کر آخر کار ختم ہو جاتا ہے، انسانی دماغ میں خواہ سردست وہ مقصد موجود نہ ہو اور وہ اسے ظاہر بھی نہ کر سکتا ہو لیکن تحت الشعور کوئی مقصد یا مقصد در مقصد ہونا ضرور ہے۔ مثلاً آپ کسی شخص سے پوچھیے کہ بھئی تم کھانا کیوں کھاتے ہو؟ تو وہ جواب دے گا بھوک دور کرنے کو۔ اس کا سرسری جواب اسی قسم کا ہوگا۔ لیکن وہ بھوک کیوں دور کرتا ہے؟ ایک اندرونی اذیت سے بچنے کو یا اپنی بدنی قوت برقرار رکھنے کو۔ اس کی کیا ضرورت ہے؟ تندرست رہنے کو، تندرست رہنے کا کیا مقصد ہے؟ خوش رہنا، خوش کیوں رہنا چاہیے؟ زندگی کے کچھ کام اچھی طرح کرنے کو۔ اچھی طرح کام کرنے سے غرض کیا ہے؟ اپنی یا اپنے خاندان یا قوم کی یا زیادہ سے زیادہ بنی نوع انسان کی بھلائی۔ اس بھلائی کی

خواہش کیوں ہے؟ اپنا فرض پورا کرنے کیلئے۔ اپنا فرض کیوں پورا کرتا ہے؟ اچھی مثال قائم کرنے یا نیک نامی پیدا کرنے یا ضمیر کی آواز کی تکمیل کرنے یا اطمینان نفس کیلئے۔۔۔اس کی کیا ضرورت ہے؟ یہاں آ کر جواب ختم ہو جاتا ہے۔ کسی کا جواب اس مرحلے پر پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں کہیں ختم ہو جائے گا۔ اور کوئی اس مرحلے سے چند قدم آگے چل کر کہیں نہ کہیں سلسلہ سوالات کا آخری جواب اپنی انتہا کو پہنچ کر ختم ہو جائے گا۔ ایک بڑے سے بڑا انسان بھی۔۔۔ اگر وہ اس دنیوی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھتا ہو اور اس دنیا ہی کو دنیا کا مال جانتا ہو۔۔۔اپنا آخری مقصد وہی کچھ بتائے گا جو اسی دنیا میں ختم ہو جاتا ہو۔ لیکن کسی "مذہب" یا "دین" سے تعلق رکھنے والا اس سے کچھ آگے بھی مقصد بتائے گا۔ اس سے صرف کھانا کھانے ہی کا نہیں (جس کا اوپر ذکر ہوا) بلکہ اس پوری زندگی کی تگ و دو کا مقصد آخریں دریافت کیجئے تو اس حیات دنیا کے بعد آنے والی زندگی کی بھلائی کو اپنی تمام سعی و عمل کی گردشوں کا آخری محور بتائے گا۔ مثلاً وہ یوں کہے گا کہ ہماری زندگی کے تمام کاموں کا مقصد عذاب آخرت سے نجات یا انعام الٰہی (جنت) کا حصول ہے۔ یا اس سے آگے وہ رضائے الٰہی کو اپنا مقصد آخریں بتائے گا۔

اس مثال سے اتنی بات تو واضح ہو گی کہ ہر کام کا کوئی نہ کوئی مقصد یا مقصد در مقصد ضرور ہوتا ہے اور وہ کہیں نہ کہیں جا کر ختم بھی ضرور ہوتا ہے۔ پس جس شخص کا مقصد حیات کسی جگہ جا کر ختم ہو جائے وہی آخری مقصد اُس کا "نصب العین" ہوتا ہے جس شخص کی دماغی پرواز جتنی زیادہ بلند ہو گی اُسی قدر اُس کا نصب العین بھی بلند ہوگا۔

مسلمان کے نصب العین کی شرطیں

اب سوال یہ ہے کہ ایک مسلمان کا نصب العین کیا ہے؟ یا کیا ہونا چاہیے؟ سو واضح رہے کہ مسلمان کا نصب العین محض آخری مقصد ہی نہیں بلکہ اس کے کچھ اور لوازم بھی ہیں جس کی

وضاحت یوں ہو سکتی ہے:۔

(۱)اس کے بعد یا اس کے آگے کسی اور مقصد کا امکان ہی نہ ہو۔عقل، وجدان، ایمان ہر شے وہاں جا کر ختم ہو جائے اور کوئی دوسرا بلند تر مقصد تجویز ہی نہ کر سکے۔

(۲) وہ نصب العین زندگی کے کسی ایک وو جز کا نصب العین نہ ہو بلکہ پوری زندگی کی ہر حرکت وسکون کا آخری محور ہو۔

(۳) زندگی کا کوئی حرکت وسکون اس نصب العین تک پہنچنے میں کھینچ تان کر یا مقصد در مقصد ہو کر لمبا راستہ نہ طے کرے بلکہ حتی الامکان براہِ راست اس نصب العین تک پہنچے۔

(۴)وحی الٰہی نے اس مقصد کو تجویز کیا ہو نہ کہ ہماری عقلی پروازوں نے۔ہاں یہ درست ہے کہ عقل بھی آخر کار وہیں تک پہنچے گی۔

(۵) وحی نے اسے مبہم الفاظ میں نہ بیان کیا ہو بلکہ صاف، واضح، جلی اور غیر مبہم الفاظ میں اسے نصب العین قرار دیا ہو۔

(۶)اس کے سوا کوئی نصب العین بھی خواہ وہ کتنا ہی بلند ہو نقص سے خالی نہ ہو۔

(۷)وہ نصب العین محض زندگی کی تگ و دو اور سرگرمی عمل ہی کا مرکز نہ ہو بلکہ وہی تنہا محبت، خوف، اُمید، توکل، طلب، عقیدت، اخلاص، پرستش، آفاق، انفس کی وسیع کائنات وغیرہ سب کا آخری مرکز ہو۔

(۸)اس نصب العین میں ضعف، خامی، نقص، زوال اور فنا وغیرہ کا امکان نہ ہو۔

(۹)وہ کامل اور نہ قابل انقسام وحدت ہو۔

(۱۰)نا قابل تغیر وتبدیل حقیقت ہو۔

ان دس نمبروں میں جو کچھ تصریحات ہیں ان کا مرکزی مضمون نمبر ۴، ۵ ہے۔باقی سب ان

ہی کی شرطیں ہیں جن کو آپ سمیٹ کر کم سے کم نمبروں میں لا سکتے ہیں۔لیکن جو حقائق ان میں بیان ہوئے ہیں ان میں کسی ایک کی کمی بھی نصب العین کو نصب العین نہیں رہنے دے گی۔بہر کیف ان تمام اوصاف و شرائط کو سامنے رکھ کر دیکھ جائیے کہ ایک مسلمان کا نصب العین کیا ہو سکتا ہے یا کیا ہونا چاہیے؟ لیکن اس کی نشان دہی سے پہلے بہتر ہوگا کہ ان تمام نصب العینوں کا تجزیہ بھی کر لیا جائے جو اس وقت تک ہمارے سامنے آئے ہیں۔ہم ان سب کو چار حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(ا) پہلا نصب العین۔۔۔۔حکومتِ الٰہیہ قائم کرنا، اقامت دین، خلافت الٰہیہ کا قیام۔صالح نظام زندگی برپا کرنا، قرآنی قانون کا نفاذ، استخلاف فی الارض وغیرہ۔الفاظ بدلے ہوئے ہیں مگر مفہوم سبھوں کا تقریباً ایک ہی ہے۔یہ مقاصد بڑے اعلیٰ ہیں، اس میں شک نہیں، لیکن ہر اعلیٰ سے اعلیٰ مقصد کا نصب العین ہونا لازم نہیں۔دیکھ جائیے کیا تمام شرائط اس میں پائی جاتی ہیں۔قرآن پاک میں کہیں بطور نصب العین ان باتوں کا ذکر نہیں اور نہ ان کو بحیثیت نصب العین اختیار کرنے کا حکم ہے۔اگر چند انبیائے کرام سے **واقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه** (دین قائم کرو اور اس میں تفریق نہ پیدا ہونے دو) کہا گیا ہے تو یہ **اقیموا الصلوٰة** (نماز قائم کرو) کی طرح ایک حکم ہے منجملہ اور احکام کے ہے۔اسے نصب العین نہیں کہا جا سکتا۔کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ **ولا تتفرقوا فیه** (دین میں تفریق نہ کرو) بھی ہمارا نصب العین ہے اور ہماری تمام مساعی حیات **لا تتفرقوا فیه** کیلئے ہیں؟ کوئی حکم ربانی اور چیز ہے اور نصب العین اور شے ہے۔یہ بنیادی حکم ایک سعی ہے جو اصل نصب العین کے۔۔۔۔۔حصول کا ایک لازمی طریقہ و ذریعہ یا اس طریقہ حصول کا ایک ضروری تقاضا تو ہو سکتا ہے لیکن خود نصب العین نہیں۔صاف لفظوں میں حکم وہی ہونا چاہیے کہ یہ تمہارا نصب العین ہے علاوہ ازیں ساتویں آٹھویں

شرطیں بھی اس میں نہیں پائی جاتیں (اس کے متعلق ہم کچھ آگے بھی عرض کریں گے)۔

(۲) دوسرے لفظوں میں نصب العین یوں بیان کیا جاتا ہے کہ "تمام انسان اپنی فطری صلاحیتوں کو بروئے کار لے آئیں اور اس طرح جوہر انسانیت کی مکمل نشوونما سے اس زندگی میں سرفرازی و سربلندی حاصل کریں اور آئندہ ارتقائی منازل کو بحسن وخوبی طے کرنے کے قابل ہو جائیں"۔ ان مقاصد کے اعلیٰ ہونے میں بھی کلام نہیں۔ ان کو تین ٹکڑوں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ ان میں نہ تو ناقابل انقسام وحدت ہے۔ نہ ان کیلئے وحی کے صاف وصریح الفاظ ہیں۔ غرض چوتھی، پانچویں، ساتویں، آٹھویں، نویں، دسویں کوئی شرط پوری نہیں پائی جاتی۔ یہ تمام باتیں اصل نصب العین کے خوشگوار نتائج وثمرات اور اعلیٰ انعامات وصلات تو ہو سکتے ہیں لیکن خود نصب العین نہیں۔

(۳) تیسرا نصب العین ہے نجات اُخروی، حصول جنت، دوزخ سے بچنا وغیرہ۔ یہ بھی اصل نصب العین کا نتیجہ اور انعام ہے، خود نصب العین نہیں۔ قرآن میں اسے نصب العین بتا کر نہیں پیش کیا گیا ہے۔ اور نہ یہ ناقابل انقسام وحدت ہی ہے۔ اس میں بھی پہلی، چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں، نویں، دسویں شرطیں نہیں پائی جاتیں۔

(۴) چوتھا نصب العین ہے رضائے الٰہی، قرب الٰہی، معرفت الٰہی، معیت الٰہی، فنائیت فی اللہ وغیرہ۔ تمام مقاصد میں اعلیٰ ترین مقاصد یہی ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان کا نصب العین ہونا بھی محل نظر آتا ہے۔ قرآنِ پاک میں ان کے نصب العین ہونے کی صراحت نہیں۔ ابتغائے مرضات اللہ یا ابتغائے فضل الٰہی کا جہاں جہاں ذکر آیا ہے وہ اہل ایمان کی بہت سی صفات میں سے ایک صفت بیان کی گئی ہے، ان کا نصب العین ہونا نہیں بیان کیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص فضل الٰہی کا طلب گار ہو تو بھی ٹھیک ہے، رضا چاہتو ہو جب بھی درست ہے۔ قرب یا معیت کا خواہشمند ہو

پھر بھی غلط نہیں ۔معرفت کا طالب ہو اس وقت بھی قابل ملامت نہیں ۔فنائیت کی طلب میں فنا ہو جب بھی صحیح ہے ۔جب سب ہی ٹھیک ہیں ۔تو آخر نصب العین کیا ہوا؟ ایک ہی شخص یہ ساری باتیں بطور نصب العین کے بیک وقت اختیار کر سکتا ہے لیکن اس صورت میں یہ نا قابل انقسام وحدت نہیں رہے گی ۔اور اگر مختلف اوقات میں ان کو اختیار کرے تو غیر متبدل حقیقت نہیں باقی رہتی ۔غرض اس نصب العین میں نویں اور دسویں کے علاوہ پہلی، چوتھی اور پانچویں شرطیں بھی نہیں پائی جاتیں ۔گلاب کے پھول کی شکل، رنگت، خوشبو، خاصیت، یہ چاروں اجزا ایک دوسرے سے نا قابل انفکاک طور پر باہم پیوستہ ہیں ۔لیکن سب الگ الگ حقیقتیں ہیں ۔اگر ایک جزو کو مقصد قرار دیا جائے تو باقی تین سے (جو ایک ہی پھول کے جداگانہ اجزا ہیں) صرفِ نظر ہو جائے گا ۔اور تمام اجزا کو مجموعی طور پر مقصد بنا لیا جائے تو یہ مجموعیت نا قابل انقسام وحدت نہیں رہے گی ۔ (اس کی مزید تشریح کچھ آگے چل کر بھی آئے گی ۔)

مسلمان کا نصب العین

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ سب کچھ بھی نصب العین نہیں تو آخر مسلمان کا نصب العین ہے کیا؟ نصب العین بھی ایسا ہو جو ہر نقص سے خالی ہو اور تمام شرائط کا جامع ہو ۔اس کا صرف ایک ہی جواب ہے اور ایک ہی لفظ ہے ۔۔۔۔"اللہ" ۔

اس نصب العین کے صحیح ہونے کیلئے ہمیں سب سے پہلے چوتھی اور پانچویں شرط کی کسوٹی پر پرکھ کر اسے دیکھنا چاہیے ۔اگر وحی الٰہی نے اس نصب العین کو متعین کیا ہو تو باقی شرائط خود بخود اس میں لازماً پائی جائیں گی ۔اور سو فی صد سب پوری اُتریں گی ۔وحی میں اسے تلاش کرنے کیلئے کسی خاص کاوش و کاہش کی ضرورت نہیں ۔وہ تمام آیات جس میں **لا الہ الا اللّٰہ یا مالکم من الـہ غیرہ** کو دُہرایا گیا ہے وہ سب اسی حقیقت کا ایک واضح اور غیر مبہم بیان ہے کہ "اللہ کے سوا

کوئی نصب العین نہیں''۔

الٰہ کے معانی کا تجزیہ

لفظ الٰہ کے جوترجمے اس وقت تک ہمارے سامنے آئے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) **معبود**۔اس کے معنی ہیں وہ ذات جس کی عبدیت و غلامی اختیار کی جائے۔پرستش سے، اطاعت سے اور دوسرے طریقوں سے بھی۔گویا وہ مسجود بھی ہے اور مطاع بھی۔لیکن الٰہ کا پورا مفہوم اس سے ادا نہیں ہوتا اس لئے کہ معبودیت اس ''مقصود مطلق'' کی بہت سی صفات میں سے ایک صفت ہے جس کی ذیل میں چند اور صفات بھی داخل کی جاسکتی ہیں۔(اس کی مزید توضیح آگے بھی آئے گی۔)

(۲) **خدا**۔یہ بھی کوئی جامع ترجمہ نہیں۔محض ایک ناقص سا لفظی ترجمہ ہے وہ بھی اس لئے کہ فارسی میں کوئی اور لفظ نہ مل سکا۔بعض لوگ اسے ''خودا'' (یعنی از خود وجود میں آنے والا) کا مخفف بتاتے ہیں۔اگر ایسا ہے جب بھی یہ صرف ایک ہی خوئی صفت کا مظہر ہے۔

(۳) **حاکم**۔یہ بھی محدود مفہوم کا حامل ہے۔اگر **لا إلٰه الا اللّٰه** کا ترجمہ **لا حاکم الا اللّٰه** (اللہ کے سوا کوئی حاکم و مطاع نہیں) کیا جائے تو یہ بھی اس کی بہت سی صفات **مستقلہ** میں سے ایک صفت کا اقرار ہوگا یا اس میں دوسری صفات کو کھینچ تان کر داخل کرنے کا تکلف کرنا پڑے گا، اس میں اللہ کی محبت، عقیدت، توکل، طلب، اُمید وغیرہ کی براہِ راست دعوت کی جھلک نہیں۔ ان کیلئے دوسرے ''کلمے'' یا احکام تلاش کرنے پڑیں گے۔یہ ترجمہ اس صورت میں سو فیصد صحیح ہو سکتا تھا۔جب ہمارا نصب العین ''حکومت الٰہیہ'' کا قیام قرار پاتا۔لیکن جیسا کہ ہم اوپر کہہ چکے ہیں۔یہ نصب العین نقص سے خالی نہیں۔لفظ الٰہ میں حاکمیت کا مفہوم موجود ہونے سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ فی الواقع اس کا ترجمہ حاکم یا مطاع ہی ہے۔دیکھیے جس طرح **لا حکم الا اللّٰه**

کااقرار صحیح اورضروری ہے اسی طرح لا رحمن الا اللّٰہ، لامالک الا اللّٰہ، لا قدوس الا اللّٰہ غرض سارے اسمائے حسنیٰ کی نفی واثبات کا مجموعہ بھی صحیح اورضروری ہے۔پھر لا حاکم الا اللّٰہ کی کیا خصوصیت ہوئی جو وہ کلمہ شہادت کی بنیاد بن گیا اور باقی اسمائے صفات نہ بن سکے؟اگر حاکمیت کے اقرار میں سب بقیہ باتیں آجاتی ہیں تو لا مالک الا اللّٰہ اورلا رب الا اللّٰہ،اورلا خالق الا اللّٰہ وغیرہ میں بھی ہر کلمے کے متعلق بڑی آسانی سے یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے۔

الٰہ کا صحیح مفہوم

غرض معبود،خدااور حاکم وغیرہ بھی لفظ الٰہ کا جامع مفہوم نہیں ادا کرتے کیونکہ ہر ایک ترجمہ صرف ''صفات'' کو واضح کرتا ہے،وہ بھی چند ایک مخصوص صفات کو۔ذات کی طرف کوئی اشارہ بھی نہیں کرتا۔(ابھی ہم اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے کہ اللہ کی ذات اورصفات میں کیا تعلق و نسب ہے)ہم جہاں تک غور کرسکتے ہیں وہ یہ ہے کہ لفظ الٰہ کے مفہوم اورروح کو جو جامع لفظ زیادہ سے زیادہ ادا کرسکتا ہے،وہ نصب العین کا لفظ ہے۔نصب العین سے کیا مراد ہے اسے آپ شروع ہی سے پڑھ چکے ہیں۔اورمسلمان کا نصیب العین اپنے اندر کیا شرائط رکھتا ہے اسے بھی دیکھ چکے ہیں۔اب لا الٰہ الا اللّٰہ کا ترجمہ یوں گا''اللہ کے سوا کوئی نصب العین نہیں'' مالکم من الٰہ غیرہ،کا ترجمہ اس طرح ہوگا کہ''اس کے سوا میرے سے تمہارا کوئی نصب العین ہی نہیں''اب اللہ کے نصب العین ماننے کے بعد تمام شرائط مذکورہ کو ایک نظر پھر دیکھ جایئے اور بتایئے کہ کیا کوئی شرط،ایسی ہے جو یہاں پوری ہونے سے رہ جائے؟ (جاری)

اللّٰہ کی راہ میں خرچ کرنا

(امتیاز احمد)

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، ہر سچے اور متقی مومن کا وصف ہے۔ اللہ نہ صرف ہمیں اپنی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے بلکہ ہمیں نہایت دلکش انداز سے اس نیکی کی طرف مائل بھی کرتا ہے۔ سورۃ البقرہ:265)

ومثل الذین ینفقون اموالهم ابتغاء مرضات اللّٰہ و تثبیتا من انفسهم کمثل جنة بربوة اصابها وابل فاتت اُکلها ضعفین فان لم یصبها وابل فطل واللّٰہ بما تعملون بصیرo

(ترجمہ) اور جولوگ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اور خلوص نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو جب اس پر مینہ پڑے تو دگنا پھل لائے اور اگر مینہ نہ بھی پڑے تو خیر پھوار ہی سہی اور خدا تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو زبان سے کہہ دینا اور بات ہے لیکن ایسا کرنے کیلئے مضبوط قوت ارادی اور اخلاص کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا اس طرح خرچ کرنے میں انسان کو روحانی ترقی ملتی ہے! اس کے علاوہ اللہ کے راستے میں خرچ کی گئی تھوڑی سی رقم بھی بہت بڑے اجر کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مختلف طریقہ سے ہمیں اس نیکی کی طرف مائل فرماتا ہے۔

ءامنوا باللّٰہ و رسوله وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیه فالذین ءامنوا منکم وانفقوا لهم اجر کبیرo (سورۃ الحدید:7)

(ترجمہ) (تو) خدا پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جس (مال) میں اس نے تم کو (اپنا) نائب بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو۔ اور جولوگ تم میں سے ایمان لائے اور (مال) خرچ کرتے رہے ان کیلئے بڑا ثواب ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ ہمیں بتلا رہا ہے کہ جو مال و دولت آج تمہارے پاس ہے یہی تم سے پہلے کسی اور کی ملکیت تھی اور یہی دولت آگے چل کر کسی دوسرے کی ہو جائے گی ۔ یہ جان لینا چاہئے کہ اللہ نے یہ مال و دولت عارضی طور پر ہمارے سپرد کیا ہے ۔لہٰذا ہمیں اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں قطعاً تامل نہیں ہونا چاہئے ۔ جو مومن اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کریں گے ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے ۔اور اگر ایک کافر اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتا ہے، تو اس کیلئے بروز قیامت کسی قسم کا کوئی انعام و اکرام نہیں ہوگا ۔ ہاں اسے دنیاوی طور پر کچھ عارضی عزت، شہرت اور انعام مل جائے تو بات دوسری ہے ۔پس قیامت کے روز اجر کیلئے ایمان ہونا ضروری ہے ۔

وما لکم الا تنفقوا فی سبیل اللّٰہ وللّٰہ میراث السمٰوٰت والارضo

(سورۃ الحدید ۔10)

(ترجمہ) اور تم کو کیا ہوا ہے کہ خدا کے رستے میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کی وراثت خدا ہی کی ہے ۔

اسی طرح ایک اور احسن طریقے سے اللہ تعالیٰ ہمیں راہ خدا میں کرچ کرنے کی ترغیب یہ کہہ کر دے رہا ہے کہ کیا آسمان کا کوئی حصہ انسان کی ملکیت ہے ۔یقیناً نہیں، اسی طرح اگر ہم کہیں کہ یہ گھر، یہ کار، یہ زمین، یہ دوکان میری ملکیت ہے تو یہ بھی غلط ہے، کیونکہ زمین اور آسمان پر اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے صرف اور صرف اللہ کی میراث ہے ۔لہٰذا ہمیں اس کے دیئے ہوئے مال سے اس کی راہ میں خرچ کرنے میں ذرہ برابر بھی تامل نہیں ہونا چاہئے ۔پس اللہ تعالیٰ ہمیں دعوت دے رہا ہے ۔(سورۃ الحدید:11)

من ذالذی یقرض اللّٰہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ ولہ اجر کریمo

(ترجمہ) کون ہے جو خدا کو نیک نیتی (اور خلوص سے) قرض دے تو وہ اس کو اس سے کئی گنا بڑھا کر ادا کرے اور اس کیلئے بہترین اجر (یعنی جنت) ہے ۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا اگر کسی شخص کو سونے سے بھری ہوئی وادی مل جائے تب بھی وہ مطمئن نہیں ہوگا۔ بلکہ ایک اور ایسی وادی کی خواہش کرے گا۔ درحقیقت ایسے آدمی کا منہ صرف قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ (بخاری) ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ حدیث اس قدر دہرائی کہ ہمیں گمان ہونے لگا کہ کہیں یہ قرآن کی آیت تو نہیں! یہاں تک کہ سورۃ التکاثر نازل ہوگئی۔ سورۃ التکاثر 1 تا 8۔

الهكم التكاثر o حتى زرتم المقابر oكلا سوف تعلمون o ثم كلا سوف تعلمون oكلا لو تعلمون علم اليقين oلترون الجحيم o ثم لترونها عين اليقين o ثم لتسئلن يومئذعن النعيم o

(ترجمہ) لوگو تم کو (مال کی) بہت سی طلب نے غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔ دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ پھر دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ دیکھو اگر تم جانتے (یعنی) علم الیقین (رکھتے تو غفلت نہ کرتے) تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے۔ پھر اس کو (ایسا) دیکھو گے (کہ) عین الیقین (آجائے گا) پھر اس روز تم سے (شکر) نعمت کے بارے میں پرسش ہوگی۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو فرمایا کہ تم کو ہر روز قرآن کریم کی کم از کم ایک ہزار آیات پڑھنی چاہئے''۔ صحابہ کرامؓ نے فکرمندی سے عرض کیا یا اللہ کے رسول ﷺ ہو سکتا ہے کسی دن ہم ایک ہزار آیات نہ پڑھ سکیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ایک بار سورۃ التکاثر نہیں پڑھ سکتے۔ (المظہری) اس کا یہ مطلب ہے کہ اس جامع سورۃ میں دی گئی ہدایت ایک ہزار آیات کی ہدایت کے برابر ہے۔

انسان کا خاصہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرے۔ لیکن ہمارے لئے زکوٰۃ دینا فرض کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کا ذکر کئی بار کیا ہے! خلیفہ اول

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تو زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے خلاف جنگ تک کا اعلان کر دیا تھا، جبکہ وہ لوگ نماز اور روزوں کی پابندی کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سورۃ مزمل: 20

واقیموا الصلوٰۃ وءاتوا الزکوٰۃ واقرضوا اللّٰہ حسناo

(ترجمہ) اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور خدا کو نیک (اور خلوص نیت سے) قرض دیتے رہو۔

اللہ ہمیں ترغیب دے رہا ہے کہ ہم نماز کے ساتھ ساتھ باقاعدہ زکوٰۃ بھی ادا کرتے رہیں اور زکوٰۃ کے علاوہ صدقات بھی کیا کریں۔ صرف زکوٰۃ پر ہی اکتفا نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے اوصاف کا ذکر قرآن میں مختلف مقامات پر کیا ہے۔

(سورۃ الذاریات: 17 تا 19)

کانوا قلیلا من الیل ما یھجعونo و بالاسحار ھم یستغفرون o و فی اموالھم حق للسائل والمحرومo

(ترجمہ) وہ یعنی اللہ کے نیک بندے رات کے تھوڑے سے حصے میں سوتے تھے۔ اور اوقات سحر میں بخشش مانگا کرتے تھے۔ اور ان کے مال میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے (دونوں) کا حق ہوتا تھا۔

والذین فی اموالھم حق معلومo للسائل والمحرومo

(ترجمہ) اور جن کے مالوں میں حصہ مقرر ہے (یعنی زکوٰۃ) مانگنے والے اور نہ مانگنے والوں کے لئے۔

یاد رکھئے زکوٰۃ کی اڑھائی فیصد مقدار اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہے۔ اس میں قیامت تک کمی بیشی نہیں کی جا سکتی۔ خرچ کرنے کا مخلصانہ طریقہ یہ ہے۔ (سورۃ الدھر: 8-9)

ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا o انما نطعمکم لوجہ

اللّٰہ لا نرید منکم جزاء ولا شکوراo

(ترجمہ)فقیروں اوریتیموں اورقیدیوں کوکھلاتے ہیں(اور کہتے ہیں کہ)ہم تم کوخالص خدا کیلئے کھلاتے ہیں نہ تم سے کوئی بدلہ اورنہ ہی شکریہ چاہتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ اللہ کی ہدایت پر فالفورعمل پیرا ہوتے تھے۔(سورۃ آل عمران :92)

لن تنالوا البرحتی تنفقوا مما تحبونo

(ترجمہ)مومنو!جب تک ان چیزوں میں سے جو تمہیں محبوب ہیں (راہ خدا میں)صرف نہ کرو گے کبھی نیکی حاصل نہ کرسکو گے۔

جیسے ہی یہ آیت ابوطلحہؓ نے سنی دوڑے ہوئے حضورﷺ کے پاس آئے اوراپنا بہترین باغ اللہ کی راہ میں خیرات کردیا۔اسی طرح یہ آیت کریمہ سنتے ہی زید بن حارث نے اپنی سواری کا بہترین گھوڑااللہ کی راہ میں دے دیا۔

کبھی کبھی ہمارے دماغ میں یہ سوال اُٹھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورﷺ کواتنی کم عمری میں یتیم کیوں کردیا؟اغلبًا اللہ اپنے لاڈلے رسولﷺ کو یہ سبق دیناچاہتاہوگا کہ دیکھوایک یتیم کی زندگی کیسی ہوتی ہے!یہ تربیت ایسے شخص کیلئے ضروری بھی تھی جوآگے چل کرسارے جہان کیلئے رحمۃ اللعالمین کے لقب سے نوازاجانے والاتھا۔

اللہ سے دعاہے کہ وہ ہم سب کوزکوٰۃاورصدقات اداکرنے کی توفیق عطافرمائے۔

(آمین ثم آمین یارب العالمین)

یہود قرآن میں

ستمبر ۱۹۹۱ء کا واقعہ ہے۔ کولمبس، اوہایو (امریکہ) کے Jewish سینٹر میں ایک کورس بعنوان ''یہود قرآن میں'' منعقد ہوا۔ میں نے بھی اس کورس میں شمولیت کیلئے داخلہ بھجوایا۔ اور مجھے حیرانی ہوئی کہ بغیر کسی تردد کے مجھے اس کورس میں بیٹھنے کی اجازت مل گئی۔ اس کورس میں ۲۰ کے قریب شرکاء تھے جس میں ہم دو مسلمانوں کے علاوہ باقی سنجیدہ اور وسیع القلب یہودی خواتین اور مرد تھے۔ ہمارا انسٹرکٹر یمن کا ایک یہودی عالم تھا، جس نے ہمیں مندرجہ ذیل نوٹس دیے۔

۱۔ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات کا عربی متن اور انگریزی ترجمہ:
البقرۃ (۶۲۔۱۰۶) النساء (۴۴۔۴۶) یوسف (۲۷۔۴۱)

۲۔ سورۃ البقرۃ، تفہیم القرآن حاشیہ نمبر ۵۶۔

۳۔ سورۃ المائدۃ آیت نمبر ۴۴ ترجمہ وتشریح عبداللہ یوسف علی۔

۴۔ اہل کتاب کے بارے میں قرآن کی متفرق آیات:
(سورۃ۔ ۹:۲۹، ۵:۵۱، ۲:۲۵۶، ۲:۶۱، ۴:۴۴۔۴۶، ۴:۱۲۰، ۵:۸۲۔)

۵۔ خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطابؓ کا ''اہل کتاب کے ساتھ صلح کی شرائط'' کے مسودے کا ترجمہ۔

۶۔ مختلف فلسطینی نظموں کا ترجمہ بالخصوص ''پتھروں والے بچے''۔

۷۔ Moshe Sharon کا آرٹیکل بعنوان ''شیخ تمیمی کا منافرت آمیز پیغام غیر فطری نہ تھا''۔

اس آرٹیکل اور کورس کا مرکزی نقطہ نظر یہ تھا کہ یہود کیلئے مسلم اُمہ کی نفرت کی بنیاد قرآن وسنت کی تعلیمات ہیں اور اس کیلئے فرد یا عالم کو موردالزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ ان نوٹس کا انتخاب یونہی نہیں کیا گیا تھا بلکہ ان سب کے درمیان ایک مدلل ربط موجود تھا۔ جو انسٹرکٹر کی تشریح سے واضح ہوا۔ انسٹرکٹر اور شرکاء کی باہمی بحث اور سوال و جواب سے بہت سے پوشیدہ پہلو اُجاگر

ہوئے ۔چونکہ بنیادی طور پر یہ کورس یہودیوں کو ان کے اپنے بارے میں قرآن کی تعلیمات سے آگاہ کرنے کیلئے ترتیب دیا گیا تھا۔اس لئے اس میں ایک فطری حسد موجود تھا۔لیکن ہماری وہاں موجودگی کی وجہ سے بہت سی غلط فہمیاں،متعلقہ حوالہ جات اور متبادل دلائل کی وجہ سے دور ہو گئیں ۔اسی لئے انسٹرکٹر جو کہ شروع میں تھوڑا بہت محتاط تھا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے رویے میں سختی آتی گئی۔یہاں میں دوسرے یہودی شرکاء کو ضرور داد دینا چاہوں گا،جنہوں نے بہت سے قرآنی حقائق کی نہ صرف تائید کی بلکہ اپنے ماضی سے ان واقعات کی بہت عمدہ وضاحت بھی کی اور قرآن حکیم کی تنقید کو تسلیم کیا۔حتیٰ کہ انہوں نے ہمیں بھی اس طرح کا ایک کورس اپنے اسلامک سنٹر میں منعقد کروانے کیلئے کہا اور اس میں شرکت کا وعدہ کیا۔لیکن بدقسمتی سے اس کا انتظام نہ ہو سکا۔

آیئے ان نوٹس کا سرسری جائزہ لیتے ہیں۔اسلامی عقیدہ کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ا۔قرآن (وحی الٰہی،اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے الفاظ)۲۔سنت (اللہ کے آخری نبی ﷺ کے اقوال وافعال)۔ تاہم نبی کریم ﷺ نے تمام مسلمانوں کو بار بار اپنی سنت کے ساتھ اپنے خلفائے راشدین کی سنت کی سختی کے ساتھ اتباع کی بھی تلقین کی ہے۔لہٰذا اسلامی اصولوں کو مرتب کرنے میں خلفاراشدین کے فیصلوں اور اقدامات کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔خلافت کے بعد اسلام کے علماء کا بہت نازک اور اہم مقام آتا ہے۔جو نبوت کے بعد سے لے کر قیامت کے دن تک محیط ہے۔اور جنہیں اللہ کے نبی ﷺ نے اپنا وارث قرار دیا ہے۔جن کا کام جرات کے ساتھ قرآن وسنت کے حقیقی پیغام کو اپنی نسلوں تک پہنچانا ہے۔اور آخر میں وہ اہل ایمان ہیں جو ان احکامات کو اپنے حالات اور دستیاب وسائل کے مطابق عملی طور پر دنیا میں نافذ کریں گے۔جیسا کہ ''پتھروں والے بچے''۔اب اگر آپ نوٹس کو دوبارہ دیکھیں تو وہ ان ساری چیزوں کا ترتیب کے ساتھ احاطہ کرتے ہیں۔

انسٹرکٹر نے کورس کا آغاز نوٹس میں دی ہوئی قرآنی آیات سے کیا۔اس کا کہنا تھا کہ قرآن اپنے آغاز سے ہی یہودیوں کو لعن طعن اور ملامت کرنا شروع کر دیتا ہے۔اور انہیں ناشکرے،

سرکش، منافق، متکبر اور گنہگار قرار دیتے ہوئے ذلیل کرتا ہے۔ جنہوں نے دانستہ طور پر اللہ کے نبیوں کو قتل کیا اور معمولی دنیاوی فوائد کی خاطر اس کی آیات کو بدل دیا۔ انہوں نے بار بار اللہ کے ساتھ پکا میثاق باندھنے کے بعد عہد شکنی کی (اس موقع پر ہم نے میثاق مدینہ کا حوالہ دیا جس میں یہودیوں نے مسلمانوں کے ساتھ بیرونی حملے میں مدینہ کے مشترکہ دفاع کا وعدہ کیا۔ تاہم ہر جنگ کے موقع پر انہوں نے اس کی اعلانیہ خلاف ورزی کی اور مسلمانوں کے دشمنوں کا ساتھ دیا۔ نبی کریم ﷺ پر قاتلانہ حملہ کیا اور غزوہ حزاب جیسے نازک موقع پر بھی اہل ایمان کے ساتھ غداری کی)۔ اس نے مزید کہا کہ یہ ایک یہودی کی اصل تصویر ہے جو قرآن ایک مسلمان کے دل و دماغ پر نقش کرتا ہے۔ لہٰذا ایک سچا مومن ہمیشہ یہودیوں سے نفرت کرے گا چاہے وہ زندگی میں کسی یہودی سے ملا بھی نہ ہو۔ اُس نے مزید کہا کہ اگر کوئی شخص قرآن پر ایمان کا دعویٰ کرنے کے بعد یہودیوں کے ساتھ کوئی معاہدہ کرتا ہے تو وہ کھلا منافق ہے۔ انسٹرکٹر قرآن پاک کی اس آیات کے بارے میں بہت غضب ناک تھا:۔

''پھر تمہیں اپنی قوم کے ان لوگوں کا قصہ تو معلوم ہی ہے جنہوں نے سبت کا قانون توڑا تھا۔ ہم نے انہیں کہہ دیا کہ بندر بن جاؤ اور اس حال میں رہو کہ ہر طرف سے تم پر دھتکار اور پھٹکار پڑے''۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اس غیر معمولی سزا کا یہودیوں کی موجودہ کتابوں میں ذکر نہیں، مگر نزول قرآن کے وقت یہ واقعہ یقیناً معروف تھا کیونکہ اس وقت کسی یہودی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ یہاں پر پھر ہم نے سورۃ الاعراف میں اس واقعے کے تفصیلی ذکر کا حوالہ دیا اور دلائل سے واضح کیا کہ انکے آباؤ اجداد کے ساتھ یہ سلوک ان کی احکام الٰہی کی اعلانیہ نافرمانی اور باغیانہ رویے کی وجہ سے کیا۔

''جنگ کرو اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے خلاف جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں کرتے اور دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے (اُن سے لڑو یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں''۔ انسٹرکٹر نے بڑا حیران کن انکشاف کیا کہ ہم اپنے ہر یہودی بچے کو یہ آیت زبانی یاد کراتے

ہیں، کیونکہ اسلامی حکومت قائم ہونے کی صورت میں یہ ان کا مقام ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے اہل کتاب کی غلامی کے اس حکم کو حقیقی معنوں میں عملی جامہ پہنایا، جیسا کہ اہل کتاب سے طے پانے والی شرائط سے ظاہر ہوتا ہے۔ آج پتھروں والے فلسطینی بچے اپنی استعداد کے مطابق اس حکم کو پورا کررہے ہیں۔ اسرائیل ان بچوں سے خوفزدہ ہے جیسا کہ اُس انسٹرکٹر نے کہا:۔

''ہم مسلمان حکومتوں سے تو نپٹ سکتے ہیں کیونکہ یہ مادیت کا مادیت سے مقابلہ ہے اور ہم ان سے بہتر سازوسامان سے لیس ہیں۔ مگر ہم اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ پھینکے جانے والے پتھروں کا مقابلہ نہیں کرسکتے کیونکہ اب مادیت اور ایمان کی کشمکش شروع ہوجاتی ہے۔ اور ہم اپنی تاریخ میں موسیٰ اور فرعون کے تجربے سے یہ جانتے ہیں کہ فتح بالآخر اہل ایمان ہی کی ہوتی ہے چاہے یہ کشمکش کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو''۔

اس موقع پر اس نے یہ بھی کہا کہ یہ آیت مسلمانوں کیلئے آخری حجت ہے اور اس کا پورا کرنا ہر زمانے کے مسلمانوں کیلئے لازم ہے۔

آخر میں ہم Moshe sharon کے آرٹیکل کی طرف آتے ہیں جس میں اس نے قرآن وسنت کی تعلیمات سے دلائل کے ساتھ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ''اسرائیل کو تسلیم کرنا یا نہ کرنا ہر مسلمان کیلئے ایمان اور کفر کا مسئلہ ہے''۔ مسلمانوں کا کسی یہودی نظریاتی ریاست کو تسلیم کرنا اور بالخصوص جب وہ ان کے مقدس مقامات میں سے کسی ایک پر واقع ہو، خدائی احکامات کی صریح نافرمانی ہے جیسا کہ اوپر سورۃ توبہ کی آیت 29 میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ ایک یہودی کی کھلی دلیل ہے جو ہر مسلمان سے غوروفکر کا تقاضا کرتی ہے، جو اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ اسے ایک دن اللہ سبحانہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہونا ہے، جہاں یہی قرآن اُس کے حق میں یا اس کے خلاف حجت ہوگا۔

ذیل میں اس کے آرٹیکل کے چند اقتباسات درج ہیں:۔

قرآن کہتا ہے:۔

''تم اہل ایمان کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے''۔(5:82)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ''۔(5:51)

''ذلت وخواری اور پستی وبدحالی ان پر مسلط ہوگئی اور وہ اللہ کے غضب میں گھر گئے''۔(2:61)

''یہ جہاں بھی پائے گئے ان پر ذلت کی مار ہی پڑی''۔(3:112)

حضرت محمد ﷺ کی احادیث اس بات پر زور دیتی ہیں کہ ''اسلام غالب ہے اور کوئی چیز اس پر غالب نہیں آ سکتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت اسلام کا مقدر رہے اور یہ کہ مسلمانوں کو کبھی کسی غیر مسلم کی حکمرانی کو قبول نہیں کرنا چاہیے۔ اس روشنی میں اسرائیل کا قیام اور یہود کی مسلمانوں پر حکومت مسلمانوں کیلئے کسی صورت بھی قابل قبول نہیں اور یہ وحی الٰہی کا انکار ہے۔ اور اس کے خلاف کوشش کرنا ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔ احادیث کے مطابق اللہ سبحانہ تعالیٰ کی حاکمیت صرف اس وقت قائم ہوگی جب مسلمان تمام یہودیوں کو قتل کر دیں گے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم یہودیوں کے خلاف لڑو گے اور تم ان کو قتل کرو گے یہاں تک کہ ایک پتھر پکارے گا! مسلمانو آ ؤ یہ ایک یہودی میرے پیچھے چھپا ہے اسے قتل کرو''۔

اس آرٹیکل کے آخری پیراگراف ہر مسلمان کیلئے لمحہ فکریہ ہونے چاہئیں۔

اسلام کو ایک متضاد نظریہ کے ساتھ زندہ رہنا ہوگا۔ اُسے ایک زبردست مذہبی اور ثقافتی مزاحمت کو رد کرنے کیلئے کوئی جواز مہیا کرنا ہوگا۔ اسلام کو اپنی طویل تاریخ میں ایسی صورتحال کا صرف ایک یا دو دفعہ سامنا کرنا پڑا ہوگا، اس کے بعد ایک غیر مسلم نظریاتی مملکت کے ساتھ تعلقات کی راہیں کھل جائیں گی۔ اور اب اس کا وقت آ پہنچا ہے۔ اس کا صرف ایک جواز ہوسکتا ہے کہ اسلام اس بات پر قائل ہو جائے کہ اسرائیل کی یہ ریاست اتنی مضبوط ہو چکی ہے کہ اسے ختم کرنا ممکن نہیں۔ ایک دفعہ اسلام اس بات پر قائل ہوگیا تو پھر اس کے بعد اسرائیل کے ساتھ تعلقات کی راہ کھل جائے گی۔ اس لئے اسلام کو اپنے بنیادی اصولوں کو پس پشت ڈالنے کا جواز مہیا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کو مضبوط کیا جائے۔

وہ جس نقطہ پر زور دینا چاہتا تھا کہ اسلام کو یہود کے متعلق اپنے بنیادی عقیدہ کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ جس کا مطلب یہود و نصریٰ کے متعلق قرآنی آیات کی تنسیخ اور یہود کے خلاف

اللہ کے نبی ﷺ کی احادیث اور اقدامات کا انکار ہے۔

اُس نے بڑی دیانتداری سے یہ بات کہی کہ اصل مسئلہ اسلام کے بنیادی عقیدہ میں ہے اور اسے کسی مسلم عالم یا ملا کو دقیانوس یا انتہاپسند کہنے سے نہیں دبایا جاسکتا۔

اہل کتاب کیلئے صلح کی شرائط

☆ ہم اپنے شہروں اور ان کے گردونواح میں نئی خانقاہیں، گرجے اور صومعے تعمیر نہیں کریں گے اور نہ کسی تباہ شدہ عبادت گاہ کی دن یا رات کے اوقات میں مرمت کریں گے۔ اور نہ کسی عبادت گاہ کی مرمت کریں گے جو مسلمانوں کے علاقوں میں واقع ہو۔

☆ ہم اپنے دروازے راہگیروں اور مسافروں کیلئے کھلے رکھیں گے۔ اپنے راستوں سے گزرنے والے تمام مسلمانوں کو تین دن کیلئے قیام وطعام مہیا کریں گے۔

☆ ہم اپنے گرجوں میں یا آبادیوں میں کسی جاسوس کو پناہ نہیں دیں گے اور نہ اسے مسلمانوں سے چھپائیں گے۔

☆ ہم اپنے بچوں کو قرآن نہیں پڑھائیں گے۔

☆ ہم اپنے مذہب کی تبلیغ نہیں کریں گے اور نہ کسی کو عیسائی بنائیں گے۔ ہمارا کوئی رشتہ دار اگر مسلمان ہونا چاہے تو ہم اسے نہیں روکیں گے۔

☆ ہم سواریوں پر زین ڈال کر نہیں بیٹھیں گے۔

☆ ہم تلوار یا کسی قسم کا ہتھیار نہیں باندھیں گے اور نہ اپنے پاس رکھیں گے۔

☆ ہم اپنے نشان عربی میں نہیں لکھیں گے۔

☆ ہم شراب نہیں بیچیں گے۔

☆ ہم اپنے سر کے سامنے کے بال کتروائیں گے۔

☆ ہم ہمیشہ اپنا روائتی لباس پہنیں گے اور کمر کے گرد زنار باندھیں گے۔

☆ ہم مسلمانوں کے اجتماعات اور بازاروں میں اپنی صلیبیں یا کتابیں نہیں رکھیں گے۔ ہم اپنے گرجوں میں خاموشی سے عبادت کریں گے اور اپنے گرجوں میں یا مسلمانوں کی

موجودگی میں اپنی آوازیں بلند نہیں کریں گے اور نہ ہی اپنے جنازوں میں آواز بلند کریں گے۔

☆ ہم مسلمانوں کے اجتماعات اور بازاروں میں روشنیاں نہیں جلائیں گے۔

☆ ہم اپنے مردوں کو مسلمانوں کے قریب دفن نہیں کریں گے۔

☆ ہم کسی ایسے غلام کو نہیں لیں گے جو مسلمانوں کو دیا گیا ہو۔

☆ ہم اُن گھروں سے اُونچے گھر نہیں بنائیں گے۔

☆ ہم مسلمانوں کا احترام کریں گے اور جب وہ بیٹھنا چاہیں گے تو ہم اپنی جگہ ان کیلئے چھوڑ دیں گے۔

(جب ہم یہ مسودہ حضرت عمرؓ کے پاس لے کر گئے تو انہوں نے یہ اضافہ فرمایا کہ "ہم کسی مسلمان کو نہیں ماریں گے"۔)

ہم ان شرائط کو اپنے لئے اور اپنے فرقے کے لئے قبول کرتے ہیں جس کے بدلے میں ہمیں تحفظ کی ضمانت دی جائے گی۔ اور اگر ہم کسی لحاظ سے بھی ان شرائط کی خلاف ورزی کریں گے تو ہمارے لئے تحفظ کا کوئی معاہدہ نہیں ہوگا اور ہم بغاوت اور غداری کی سزا کے مستحق ہوں گے۔

پھر حضرت عمرؓ نے جواب میں ارشاد فرمایا جو کچھ انہوں نے درخواست کی اس پر دستخط کر دو مگر دو مزید شرائط کا اضافہ کرو۔

ایک یہ کہ یہ کسی ایسے شخص کو نہیں خریدیں گے جو مسلمانوں نے قیدی بنایا ہو۔

اور دوسرا یہ کہ جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر مارے گا وہ اس معاہدے کی امان سے باہر ہوگا۔

(الطرتشی سراج الملوک صفحہ 230,229)

مکافاتِ عمل

(ڈاکٹرعبدالغنی فاروق)

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

قرآن پاک ہر اعتبار سے ایک معجزاتی کتاب ہے اور چونکہ یہ براہ راست خالق کائنات کا کلام ہے اس لئے اس کے فرمودات محکم اور اٹل ہیں اور ریاضی کے کلیوں کی طرح ٹھوس نتائج کے حامل ہیں۔ اس ضمن میں ایک آیت مقدس ہے **واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض** (سورہ رعد آیت ۱۷) یعنی جو چیز بھی انسانوں کے لئے نفع بخش ثابت ہوتی ہے اللہ اُسے مضبوطی سے زمین میں گاڑھ دیتا ہے۔ بالفاظِ دگر اُسے دوام حاصل ہو جاتا ہے اور وہ چیز خیر و برکت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ قرآنِ پاک کے اس قولِ فیصل کے حوالے سے متعدد واقعات میرے پیش نظر ہیں جو معلومات آور افزونی ایمان کی خاطر قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

(1)

چوہدری علی محمد بدر میرے جاننے والے ہیں۔ بزرگ آدمی ہیں۔ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور میں رہتے ہیں۔ اُن کا بڑا بیٹا سال بزنس کارپوریشن میں افسر تھا اور اس حیثیت سے وہ کئی سال تک گلگت میں تعینات رہا۔ چوہدری صاحب چونکہ ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے تھے اور فارغ تھے، اس لئے وہ گرمیوں کا سارا عرصہ اپنے بیٹے کے پاس گلگت میں گزارا کرتے تھے۔

اُنہوں نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہ وہاں اُن کا تعارف معراج عالم نامی ایک صاحب سے ہوا جو بڑے زمیندار تھے اور پاکیزہ دینی زندگی گزار رہے تھے۔ اُس زمیندار نے چوہدری حیدر علی قمر کو بتایا کہ چند سال قبل اُن کی ایک ٹانگ کی پنڈلی پر ایک پھوڑا نکل آیا جو کسی بھی علاج سے ٹھیک نہ ہوا اور پھیلتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ اسلام آباد کے ایک اعلیٰ درجے کے ہسپتال کے ڈاکٹروں نے بھی اِسے لاعلاج قرار دے دیا اور بتایا کہ ٹانگ کاٹنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں، ورنہ زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ اس کیلئے ہسپتال کے سرجنوں نے آپریشن کی تاریخ دے دی اور انہیں ہسپتال

میں داخل کرلیا۔

مذکورہ زمیندار نے بتایا کہ حتمی طور پر جب یہ طے پا گیا کہ میری ٹانگ کاٹ دی جائے گی اور مجھے ہسپتال میں داخل کرلیا گیا تو اُس روز میرے پاس پچھتر ہزار روپے تھے۔ میں نے ہسپتال کے نچلے درجے کے ملازموں کو یعنی چپراسیوں، صفائی کرنے والوں اور مالیوں، بیلداروں کو بلایا اور ساری کی ساری رقم ان میں تقسیم کردی۔

آپریشن والا دن آیا، تو آخری مرتبہ ڈاکٹروں کا پینل بیٹھا۔ ان میں ایک نیا ڈاکٹر بھی تھا۔ اُس نے پھوڑا دیکھ کر کہا کہ ابھی ٹانگ نہ کاٹیں۔ فلاں ٹیکہ آزمالیں اور جب وہ ٹیکہ لگایا گیا تو حیرت انگیز طور پر پھوڑا ٹھیک ہونا شروع ہوگیا اور چند روز میں پھوڑے کا وجود ختم ہوگیا۔ حالانکہ اس سے پہلے دنیا جہاں کے بہترین علاج آزمائے جا چکے تھے اور افاقے کی کوئی صورت پیدا نہیں ہورہی تھی۔ دراصل یہ کرامت تھی پچھتر ہزار روپے کے صدقے کی اور قرآن پاک کی اس نوید کی کہ جو چیز عام انسانوں کیلئے نفع بخش ہوتی ہے، اللہ اُس کو دوام عطا کردیتا ہے، وہ خیر و برکت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

(2)

چوہدری مظفر حسین مرحوم (وفات 22 جولائی 2003ء) علمی دنیا کا ایک معروف نام ہے، وہ محکمہ زراعت میں اکیسویں گریڈ کے افسر تھے، لیکن انہیں تعلیم اور اقبالیات سے گہری مناسبت تھی اور اس حوالے سے وہ متعدد کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ "تعلیم" کے حوالے سے وہ اُردو اور انگریزی زبانوں میں دو رسالے بھی شائع کرتے تھے۔

چوہدری صاحب بہت اچھے انسان تھے اور مجھ سے بڑی محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے، ایک بار میں نے "مکافاتِ عمل" ہی کے حوالے سے اُن سے کوئی یادگار واقعہ سنانے کی فرمائش کی تو اُنہوں نے بتایا: "چوہدری غلام قادر کو جو محکمہ زراعت ہی میں افسر تھے اور میرے دوست تھے، اُن کا آبائی تعلق قصبہ مینگوی تحصیل شکر گڑھ سے تھا۔ اُنہوں نے بتایا کہ ان کے والد زمیندار تھے اور بہت ہی نیک اور خدا ترس انسان تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ زکوٰۃ اور عشر کا

اہتمام کرتے تھےاور سب سے بڑھ کر یہ کہ بہت غریب پرور اور حساس تھے۔ انہوں نے اپنے قصبے کی بیواؤں اور یتیم بچوں کے وظائف مقرر کر رکھے تھے، یتیم لڑکیوں کی شادیوں میں خرچ کرتے اور غریب طالب علموں کی دل کھول کر امداد کرتے تھے۔

غلام قادر گوندل نے بتایا کہ ایک برس چاول کی فصل بالکل تیار ہو چکی تھی کہ چوہوں نے یلغار کر دی اور پورا علاقہ کاٹ کر رکھ دیا لیکن ہمارے کھیتوں میں پراسرار طور پر دو بڑے بڑے بلے آ کر بیٹھ گئے اور انہوں نے کسی چوہے کو کھیتوں میں نہیں گھسنے دیا اور ہماری فصل بالکل محفوظ و مامون رہی، اُسے معمولی سا بھی نقصان نہ پہنچا۔

دیکھنے میں آیا ہے کہ جو لوگ زکوٰۃ اور عشر وغیرہ کا اہتمام کرتے ہیں۔ انہیں بھی اس کے روحانی ثمرات حاصل ہوتے ہیں لیکن اللہ کی طرف سے غیر معمولی فضل و کرم اُن افراد کے حصے میں آتے ہیں، جو غریب پرور اور صدقات وخیرات کا غیر معمولی اہتمام کرتے ہیں۔

(3)

یہ واقعہ میرے گاؤں واقع ضلع سیالکوٹ، تحصیل سمبڑیال کے ایک شخص محمد شریف نے مجھے سنایا یہ غریب آدمی ہے اور مزدور پیشہ ہے۔

اس نے بتایا کہ سمبڑیال میں رانا شاہ نواز نامی ایک شخص تھا۔ چھوٹا زمیندار تھا اور سمبڑیال منڈی کے قریب ہی تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر اس کی چند ایکٹر زمین تھی جس میں وہ سبزیاں کاشت کرایا کرتا تھا۔

محمد شریف نے بتایا کہ شاہ نواز ایک معذور آدمی تھا۔ کسی حادثے میں اُس کی ٹانگ اس طرح متاثر ہوئی کہ اُس کا فریکچر تو نہ ہوا مگر گھٹنا منجمد ہو کر رہ گیا۔ وہ حرکت نہیں کرتا تھا اور شاہ نواز کو بیساکھیوں کا سہارا لینا پڑتا تھا۔

محمد شریف نے بتایا کہ شاہ نواز مزاج کا بہت ہی اچھا انسان تھا۔ نمازوں کا بھی پابند تھا اور بڑا خوش اخلاق تھا۔ آلو اور سبزیاں کاشت کراتا اور جو مزدور اس کے کھیتوں میں کام کرتے وہ انہیں دوپہر کا کھانا بھی کھلاتا، انہیں آرام کا موقع بھی فراہم کرتا اور کام ختم ہو جاتا تو اُجرت دینے سے

پہلے سب کو چائے پلاتا اور جلیبیاں کھلاتا تھا۔ یہ اس کی مستقل عادت تھی اور اس میں وہ ناغہ نہیں ہونے دیتا تھا۔

لیکن ایک روز یوں ہوا کہ وہ جلیبیاں منگانا بھول گیا۔ چائے کا وقت ہو رہا تھا، اس نے بیسا کھیاں پکڑیں اور جلیبیاں لانے کیلئے منڈی سمبڑیال کی طرف چل پڑا۔

محمد شریف نے بتایا کہ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ہم نے نہایت حیرت کے ساتھ دیکھا کہ رانا شاہ نواز اپنی دونوں ٹانگوں پر بیسا کھیوں کے سہارے کے بغیر، خراماں خراماں چلتا ہوا آ رہا ہے۔ ہم کام روک کر، کھڑے ہو کر اُسے دیکھنے لگے۔ وہ ہمارے قریب آیا تو سب نے بیک زبان اُسے پوچھا۔ یہ کیا ہو گیا، یہ کیسے ہو گیا؟ آپ ٹھیک ہو گئے آپ ٹھیک ہو گئے'' تب شاہ نواز نے بتایا کہ میں سمبڑیال منڈی سے جلیبیاں لے کر واپس آ رہا تھا کہ ریلوے لائن کے پاس ایک کھلی جگہ پر اچانک ایک بگولے نے مجھے گھیر لیا اور اُٹھا کر زمین پر پٹخ دیا اور جب میں کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھا تو دیکھا کہ میرا گھٹنا بالکل ٹھیک کام کر رہا ہے، اس کا تناؤ مکمل ختم ہو چکا تھا۔ میں نے جلیبیوں کا لفافہ اٹھایا اور چلتا ہوا آ گیا ہوں، اب مجھے چلتے ہوئے ذرا بھی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی۔ اور یہ اعجاز تھا شاہ نواز کی غریب پروری کا، اپنے مزدوروں کی سچی خیر خواہی اور ہمدردی کا۔ مولانا حالیؒ نے اسی جانب تو اشارہ کیا تھا۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

(4)

میں ایک شخص عبدالرحمٰن کو ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ وہ غریب گھرانے سے تعلق رکھتا تھا اور سرکاری ملازم تھا۔ تنخواہ کے سوا اُس کی آمدنی کا کوئی معمولی سا بھی ذریعہ نہ تھا، مگر اللہ نے اُسے بہت بڑا دل عطا فرمایا تھا اور وہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر اپنے والدین اور غریب رشتہ داروں کی مدد کرتا تھا۔ خصوصاً اس نے اپنی تین بہنوں کی خوب خدمت کی، جس کے نتیجے میں اللہ نے اُسے خوب نوازا اور حیرت انگیز طور پر اُسے تیزی کے ساتھ ترقیاں ملتی رہیں حتیٰ کہ وہ ملازمت کے

بیسویں گریڈ تک پہنچ گیا۔

اپنے آبائی گاؤں میں عبدالرحمٰن کے دو بڑے بھائی بھی رہتے تھے۔ یہ خود ملازمت کے سلسلے میں لاہور میں مقیم تھا اور والد کی وفات کے بعد والدہ اُسی کے ساتھ رہتی تھی۔ گاؤں میں اُس کے حصے میں تین کمروں کا ایک مکان آیا تھا اور دنیاوی اعتبار سے اس مکان کے سوا اس کی کوئی جائیداد نہ تھی۔ نہ زمین، نہ پلاٹ اور نہ کوئی دکان۔ یہی اُس کا کل اثاثہ تھا۔ اب چونکہ والدہ اس کے پاس شہر میں رہتی تھی اور مکان خالی پڑا تھا، اس لئے بڑے بھائی نے وہ خریدنے کی خواہش ظاہر کی اور اُس نے بہت سستی قیمت پر یعنی صرف بیس ہزار روپے میں مکان بھائی کے حوالے کر دیا۔

یہ بات مارچ 1983ء کی ہے۔ بیس ہزار کی رقم عبدالرحمٰن نے زندگی میں پہلی بار دیکھی تھی۔ اُس کی بہت سی ضروریات تھیں، مالی مسائل بھی تھے لیکن اُس نے کمال ایثار سے کام لیا اور یہ ساری کی ساری رقم اپنی بڑی بہن کی بیٹی کی شادی میں صرف کر دی، اس کا بہنوئی بہت نالائق اور غیر ذمہ دار آدمی تھا، بیوی بچوں پر کچھ بھی خرچ نہیں کرتا تھا اور ان کی کفالت بھی عبدالرحمٰن کے ذمے تھی۔ چنانچہ اُس نے بھانجی کا سارا ضروری جہیز بنایا، شادی کے جملہ انتظامات کئے اور بارات کو کھانا وغیرہ کھلا کر بیٹی کو عزت سے رُخصت کر دیا۔

اس واقعے کو تین ہی مہینے گزرے تھے کہ جون 1983ء میں حیرت انگیز طور پر عبدالرحمٰن کو لاہور کی ایک بہت اچھی بستی میں دس مرلے کا بنا بنایا، کھلا، روشن اور ہوادار مکان مل گیا۔ وہ ذاتی وسائل سے عمر بھر بھی کوشش کرتا تو اس بستی میں تین مرلے کا پلاٹ بھی نہیں خرید سکتا تھا۔ مگر اللہ کا یہ وعدہ بھی تو اٹل ہے کہ "جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا، اللہ اُس کیلئے مشکلات سے نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا اور اُسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اُس کا وہم و گمان بھی نہ ہو"۔ (سورۃ الطلاق ۶۵۔ آیت ۲،۳)

کم از کم ہم اللہ کو دھوکہ نہ دیں

(کے۔ایم اعظم)

پاکستان کے بیشتر مسلمانوں کو کسی نہ کسی سطح پر اس بات کا احساس ضرور ہے کہ انہیں اللہ جل جلالہ کی خوشنودی حاصل نہیں۔ایسی قوم کیلئے جس کلی دارومدار اللہ تعالیٰ کی نصرت پر ہو یہ صورت حال المناک ہے ۔مزید المیہ یہ ہے کہ ہمارے علماء، زعما اور صلحا کو بھی اللہ کی خوشنودی حاصل نہیں ۔اس لئے وہ اس مشکل گھڑی میں قوم کی راہنمائی کرنے کے اہل نہیں ہیں۔

ہمارے دینی راہنما دین مصطفیٰ کے ٹھاٹھے مارتے ہوئے قلزم سے گریز کی راہ اپنا کے فہم قرآن کی ناقص تعبیریں لئے اپنے مسلکوں کی تنگ آبناؤں میں بے اثر زندگیاں گزار رہے ہیں۔ مزید برآں ہمارے دیندار طبقات کا ایک بیشتر حصہ ظاہراً اللہ تعالیٰ کی خوشنودی،مگر حقیقتاً بے مقصد نصب العین اور ایک نامکمل اور ادھوری جستجو کے تعاقب میں، ایک غیر کامل شے کو کامل تصور کرتے ہوئے اپنی قیمتی زندگیوں اور خداداد صلاحیتوں کو ضائع کرتا رہتا ہے۔ہمارے دینی اکابرین نے مسلکی فقہ پر اتنا زور دیا کہ قرآن کریم اور سنت رسول اللہ ﷺ کی بنیادی تعلیمات نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔ ہمارے علماء نے ظاہری احکام پر اس حد تک اصرار کیا کہ لوگ دین اسلام کی روح، اسلامی مساوات ،خشیت الٰہی ،تزکیہ نفس،حکمت اور اخلاق کو بھول گئے ۔اسلام کا عینی مقصد ایک لاطبقاتی معاشرہ کا قیام ہے، جبکہ طبقاتی معاشرہ میں توحید قائم نہیں ہو سکتی۔رجعت پسند علماء کی ظاہر پرستی سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنی جماعت کے چند ارکان سے دارالاسلام پٹھانکوٹ میں سوال کیا تھا کہ کیا رسول اللہؐ لوگوں کی داڑھیاں لمبی کروانے کیلئے مبعوث ہوئے تھے؟ دور حاضر میں ناقص فہم دین کی ایک زندہ مثال لال مسجد کے علماء کی طرف سے جاری کیا گیا ایک پمفلٹ ''اسلامی نظام کے عملی نفاذ کیلئے ابتدائی

خاکہ''(مارچ 2007ء) ہے۔یہاں پر بدیہی سوال یہ اُبھرتا ہے کہ صدیوں پر محیط کاوشوں کے باوجود یہ خاکہ ابھی تک ابتدائی شکل میں کیوں ہے؟

اسلامی جماعتوں کے فکرو تدبر کا المیہ یہ ہے کہ وہ پچھلے چند سالوں سے پرتشدد نعرے بلند کرتی رہی ہیں جبکہ معاشرہ میں معاشرتی جبر اور معاشی ناانصافی میں خوفناک اضافہ ہوتا رہا ہے۔

راز کی وہ بات جو آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ اگر ہم شریعت الٰہی پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے تو کم از کم اللہ تعالیٰ کو صریحاً دھوکہ نہ دیں۔ہم اللہ کے ساتھ ایک بہت بڑا دھوکہ کر رہے ہیں، جس کی وجہ سے ہماری قوم پر ہر طرف سے اللہ کا عذاب نازل ہو رہا ہے۔ہر چیکہ ہم بڑی ڈھٹائی سے یہ نعرہ بلند کرتے رہتے ہیں کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ایک بڑا دھوکہ، جو ہم اللہ سے کر رہے ہیں اسلامی بینکنگ نظام ہے۔یہ نظام ہر طرح سے سود اور ربٰی پر مبنی ہے مگر ہمارے بنکوں اور چند علماء کی ملی بھگت اسے عین اسلام کے طور پر پیش کر رہی ہے۔اخبارات کے علاوہ کئی ایک دینی رسائل میں اس نظام کی تعریف میں مضمون شائع ہو رہے ہیں۔لال مسجد کا مندرجہ بالا پمفلٹ بھی رقمراز ہے۔چند بنکوں نے اسلامی بینکنگ کا نظام تشکیل دیا ہے۔ان بینکوں کی طرح باقی تمام بینک بھی اسی نظام پر عمل پیرا ہوں اور سودی نظام کو مکمل طور پر ختم کیا جائے''۔اس سے بڑھ کر اسلامی شریعت سے ستم ظریفی اور کیا ہوگی! صد حیف کہ جس نظام کیلئے یہ لوگ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں، وہ اسلام نہیں ہے۔

پاکستان کے اسلامی بنکوں کی صورت احوال یہ ہے کہ اگر آپ ان میں سے کسی ایک سے مثلاً 20 لاکھ روپے قرض لیں اور اس کو تقریباً چالیس ہزار کی ماہانہ قسطوں میں سات سال میں ادا کریں تو آپکو تقریباً 14 لاکھ روپے سود یا منافع میں ادا کرنا پڑیں گے یعنی 20 لاکھ کی بجائے آپ کو 34 لاکھ روپے ادا کرنے ہوں گے۔اس طرح کل سود کی رقم اصل زر کا 70 فیصد ہوگی۔دوسرے لفظوں میں سود در سود کی شرح تقریباً 17 فیصد سالانہ ہوگی۔بہرحال اسلامی بنک سودی

قرضوں کو اسلامی رنگ میں رنگنے کیلئے متوازی خرید وفروخت (مرابحہ) کے کاغذات پر بھی دستخط کروالیتے ہیں۔اس صورتحال کے برعکس امریکہ میں سود کی شرح چار، پانچ فیصد سالانہ ہے جبکہ جاپان میں یہ شرح صفر فیصد ہے۔

پاکستانی بنکوں کی بے دریغ سود خوری کا اندازہ ان کے پھیلاؤ اور عالیشان عمارات سے لگایا جا سکتا ہے۔ ہمارے شہروں کی مارکیٹوں میں بنک چھوٹی چھوٹی بزنسوں، جن پر عموماً غریبوں کا انحصار ہوتا ہے، ہڑپ کر کے اپنی شاخیں کھول رہے ہیں۔ایسا دکھائی دیتا ہے کہ پاکستان میں ہماری معیشت کا دارومدار مالداروں کی پرورش اور غریبوں کے استحصال پر ہے۔اسی طرح مضاربہ کو بھی ایک غیر اسلامی شکل دے کر اس کا رُخ عوامی فلاح کی بجائے سرمایہ کی افزائش کی طرف موڑ دیا گیا ہے۔ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ اسلامی معاشیات کا مطمح نظر عوام کی حقیقی فلاح ہے نہ کہ اس کی شرائط کو الفاظ کی مار دے کر اللہ کے روبرو بری الذمہ ہونا۔

اگر ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس صریحاً دھوکہ سے باز آ جائیں اور صحیح شریعت محمدی ﷺ کے نفوض ونفاذ کی طرف بتدریج اقدام اٹھانا شروع کر دیں تو اُمید کی جا سکتی ہے کہ اللہ ہم پر مہربانیاں کرنا شروع کر دے گا۔

(مصنف سنئیر دانشور اور ماہر معاشیات ہیں۔وہ اقوام متحدہ کے اقتصادی مشیر کے طور پر بھی کام کرتے رہے۔) (بحوالہ روزنامہ ایکسپریس 22-Nov-2007)

اسلامی بنک کاری، ایک اہم پیش رفت

(میاں محمد اکرم)

اسلامی بنک، بنگلہ دیش کا قیام ۱۹۸۳ء میں عمل میں لایا گیا۔ اس بنک کو جنوب مشرقی ایشیاء میں پہلا اسلامی بنک ہونے کا شرف حاصل ہے۔ بنگلہ دیش میں نجی شعبے میں سب سے زیادہ شاخوں پر مشتمل سب سے بڑا نیٹ ورک ہے جو اسلامی شریعت کے تقاضوں کے مطابق بنک کاری کر رہا ہے۔ یہ بنگلہ دیش کی سماجی و معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔

اسلامی بنک بنگلہ دیش کے قیام کے بنیادی مقاصد میں غیر سودی بنک کاری کا فروغ، قرض کے بجائے شراکت پر مبنی بنک کاری کا آغاز، اسلامی شریعت کے مطابق سرمایہ کاری، نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر لوگوں سے امانتوں کی وصولی، فلاحی مقاصد کے پیش نظر بنک کاری کا نظام، غریب، بے کس اور کم آمدنی والے لوگوں کی حالت میں تبدیلی لانا، انسانی ترقی اور روزگار کے نئے مواقع کی فراہمی، کم ترقی یافتہ علاقوں میں سرمایہ کاری کے ذریعے ملکی ترقی میں حصہ لینا اور اسلامی معاشی نظام کے قیام کے لئے جدوجہد میں اپنا حصہ شامل کرنا ہیں۔

ان مقاصد کے حصول کیلئے اسلامی بنک اپنے کھاتہ داروں کو مختلف قسم کے ڈیپارٹ اکاؤنٹ پیش کرتا ہے۔ جہاں لوگ اپنی امانتیں جمع کروا سکتے ہیں۔ بنک جمع شدہ رقوم کو سرمایہ کاری کیلئے استعمال کرتا ہے۔ زرمبادلہ کے کاروبار میں حصہ لینے کے علاوہ بنک کاری سے متعلقہ دوسری خدمات بھی بہم پہنچاتا ہے۔ مزید برآں، اسلامی بنک فاؤنڈیشن کے ذریعے فلاحی سرگرمیوں میں حصہ لیتا ہے۔ بنک عوام الناس کو سود کی لعنت اور سود کے شکنجے سے بچانے اور انہیں اپنے لئے اور اپنے وطن عزیز کیلئے بچت کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس مقصد کیلئے اکاؤنٹ ہولڈرز درج ذیل اقسام کے اکاؤنٹس میں اپنی بچتیں جمع کروا سکتے ہیں۔ ٥ الودیعہ کرنٹ اکاؤنٹ ٥ مضاربہ بچت اکاؤنٹ ٥ مضاربہ اسپیشل سیونگ (پنشن) اکاؤنٹ ٥ مضاربہ سیونگ بانڈ اسکیم ٥ مضاربہ زرمبادلہ ڈیپازٹ (بچت) اکاؤنٹ ٥ مضاربہ مہر بچت اکاؤنٹ ٥ مضاربہ ماہانہ منافع

ڈیپازٹ اکاؤنٹ o مضاربہ وقف کیش ڈیپازٹ اکاؤنٹ۔

ان کھاتوں میں سے الودیعہ کرنٹ اکاؤنٹ پر کوئی منافع نہیں دیا جاتا، جب کہ بقیہ اقسام کے کھاتوں پر کل منافع کا ۶۵ فی صد کھاتہ داروں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

مضاربہ حج بچت کھاتہ کا مقصد ایسے لوگوں کو سہولت بہم پہنچانا ہے جو حج کرنے کی غرض سی اپنی بچتیں جمع کرنا چاہتے ہیں

مضاربہ بچت بانڈ اسکیم میں سرمایہ کاری پانچ یا آٹھ سال کیلئے کی جاسکتی ہے۔مضاربہ پنشن اکاؤنٹ میں کھاتہ دار ہر ماہ اپنی تھوڑی تھوڑی بچتیں جمع کرواسکتے ہیں اور ایک مدت مقررہ کے بعد اس پر منافع حاصل کرسکتے ہیں یا ایک خاص عرصہ تک ماہانہ آمدنی حاصل کرسکتے ہیں۔

مضاربہ ماہانہ منافع ڈیپازٹ اسکیم میں کھاتے دار اپنی رقم جمع کروانے کے ۳۰ دن کے بعد منافع حاصل کرتا ہے،اس منافع کو بنک کے مالی سال کے اختتام پر کل منافع میں جمع وتفریق (Adjust) کرلیا جاتا ہے۔

مضاربہ مہر بچت اسکم (MMSS) کا مقصد خواتین کے حقوق کا تحفظ اور ان لوگوں کے لئے مواقع کی فراہمی ہے جو اپنی بیویوں کا حق مہر یک مشت ادا نہیں کرسکتے۔ایسے افراد ۵ یا ۱۰ سال کیلئے اپنی تھوڑی تھوڑی بچت بنک میں جمع کرواتے رہتے ہیں اور مدت کے اختتام پر رقم مع منافع ان کو مل جاتی ہے۔

مضاربہ وقف کیش ڈیپازٹ اکاؤنٹ (MWCDA) کا مقصد ان صاحب حیثیت لوگوں کو سہولت بہم پہنچانا ہے جو اپنی دولت میں سے ضرورت مند لوگوں پر خرچ کرنا چاہتے ہیں۔ بنک اس اکاؤنٹ کے ذریعے وقف کے اسلامی تصور کو بھی فروغ دے کر ملک کے اندر مختلف مذہبی، تعلیمی اور سماجی خدمات کی فراہمی کیلئے لوگوں کو ترغیب دینا چاہتا ہے۔اس قسم کے اکاؤنٹ پر منافع کی شرح زیادہ رکھی جاتی ہے اور صاحب خیر حضرات کی ہدایات کے مطابق ان رقوم کو انسانی بھلائی کی خاطر استعمال کیا جاتا ہے۔

اہداف، مقاصد اور طریقہ کار

اسلامی بنک اپنے کھاتہ داروں سے وصول شدہ رقوم کو سرمایہ کاری کیلئے استعمال کرتا ہے جس کے اہداف، مقاصد اور طریق کار درج ذیل ہیں:۔

رقوم کو اسلامی شریعت کے عین مطابق سرمایہ کاری کیلئے استعمال کرنا، مختلف شعبوں میں سرمایہ کاری، بنک سرمایہ کاری کے ذریعے اپنے اور اپنے سرمایہ کار شرکا کے حقوق وفرائض پر گہری نظر رکھتا ہے۔ اس مقصد کیلئے پیشہ ورانہ انداز میں سرمایہ کاری کی تجاویز کی منظوری دیتا ہے اور منصوبوں کی مسلسل نگرانی کرتا ہے۔ سرمایہ کاری کرتے ہوئے ملک کی سماجی ومعاشی ضروریات کو پیش نظر رکھتا ہے۔ بنک شراکتی سرمایہ کاری کے ذریعے کاروبار کو فروغ دیتا ہے۔ اسی طرح غربت کے خاتمے اور ملک میں روزگار کے زیادہ مواقع کی فراہمی بھی بنک کے مقاصد میں شامل ہے۔ نقد سرمایہ کاری کے بجائے بنک اشیا وغیرہ کی صورت میں سرمایہ فراہم کرتا ہے۔

بنک سرمایہ کاری کیلئے اسلامی شریعت کے مطابق درج ذیل بنیادوں پر سرمایہ فراہم کرتا ہے۔

o **بیع مرابحہ** :۔ اس طریقے کے مطابق بنک اور خریدار کے درمیان معاہدہ طے پاتا ہے اور وہ ان حلال اشیا اور اثاثوں کو خرید کر بیچتا ہے جسکی اجازت ملکی قانون کے اندر ہے۔ شے کی فروخت اصل قیمت جمع منافع کے اصول پر ہوتی ہے۔ خریدار شے کی قیمت یک مشت یا قسط وار مستقبل میں ادا کرتا ہے۔

o **بیع مؤجل** :۔ خریدار بنک سے کوئی شے (مثلاً مشینری) خریدتا ہے۔ شے کی قیمت قسط وار یا یک مشت مستقبل میں ادا کرتا ہے (یہ بیع مرابحہ سے یوں مختلف ہے کہ مؤجل کی صورت میں شے کی قیمت خرید کا ظاہر کرنا شرط نہیں ہے)۔

o **بیع سلم** :۔اس صورت میں خریدار کسی خاص شے (مصنوعات،مشینری وغیرہ) کی قیمت ایڈوانس جمع کرواتا ہےاور وہ مخصوص شے مستقبل میں خریدار کو بنک فراہم کرتا ہے۔

o **مشارکة**:۔ یہ بنک اور سرمایہ کار کے درمیان ایسا معاہدہ ہوتا ہے جس میں بنک اور فریق ثانی (ایک فرد، افراد کا مجموعہ یا ادارہ) سرمایہ فراہم کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ کاروبار کو منظم کرتے ہیں۔کاروبار سے ہونے والا اصل منافع فریقین میں پہلے سے طےشدہ نسبتوں سے باہم تقسیم کرلیا جاتا ہے۔نقصان کی صورت فریقین کو اپنے سرمایوں کی نسبت سے نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔

o **مضاربة**:۔یہ منافع میں شرکت کا معاہدہ ہوتا ہے جس میں ایک فریق (بنک) سرمایہ فراہم کرتا ہےاور فریق ثانی محنت و مہارت فراہم کرتا ہےاور کاروبار کو منظم کرتا ہے۔پہلے سے طےشدہ نسبتوں سے کاروبار میں ہونے والے اصل منافع کو باہم تقسیم کرلیا جاتا ہے،جبکہ نقصان کی صورت میں تمام کا تمام مالی نقصان فریق اول (بنک) کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔

o **شرکت ملک کے تحت کرایے پر خریداری کا معاہدہ**:۔یہ معاہدہ تین مختلف معاہدوں پر مبنی ہوتا ہے،یعنی شراکت،اجارہ اور خرید وفروخت ۔اس معاہدے کے مطابق فریقین (دو یا دو سے زائد) مل کر شراکتی سرمایہ فراہم کرتے ہیں اور کوئی اثاثہ (مثلاً مشین وغیرہ) خریدتے ہیں۔اس کو کرایے پر دے کر فریقین معاہدے کے مطابق نفع میں شریک ہوتے ہیں اور نقصان کی صورت میں اپنے سرمایوں کی نسبت سے اسے برداشت کرتے ہیں۔

سرمایہ کاری کے ضمن میں جو بات اہم ہے وہ یہ کہ صرف منافع کمانا ہی بنک کا مقصدِ وحید نہیں ہے بلکہ سماجی بھلائی اور روزگار کے مواقع کی فراہمی بھی اس کے پیشِ نظر ہے۔سرمایہ کاری کرتے ہوئے کاروبار کے حجم،کاروباری شعبہ،علاقہ،معاشی مقاصد اور سیکورٹی کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے۔

بنک کی کارکردگی

اسلامی بنک بنگلہ دیش ۱۹۸۵ء میں ڈھاکہ اسٹاک ایکسچینج اور ۱۹۹۶ء میں چٹا گانگ اسٹاک ایکسچینج میں لسٹ ہوا۔ ۲۰۰۱ء سے ڈھاکہ اسٹاک ایکسچینج نے اسلامی بنک کو اس کی کارکردگی کی بناپر ۲۰ بلیو چپس کمپنیوں اور چٹا گانگ ایکسچینج نے اسے ۲۰۰۰ء سے ۳۰ بلیو چپس کمپنیوں میں شمار کیا ہے۔ نیویارک کے معروف میگزین گلوبل فنانس (Global Finance) نے اسلامی بنک بنگلہ دیش کو ۱۹۹۹ء، ۲۰۰۰ء اور ۲۰۰۴ء کیلئے بنگلہ دیش کا بہترین بنک قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں اسلامی بنک نے گذشتہ ۲۳ سالوں میں بنگلہ دیش کے تمام بنکوں سے زیادہ انکم ٹیکس حکومتی خزانے میں جمع کروایا ہے جو کہ ۴۰۰۰ ملین ٹکہ (۴ کروڑ امریکی ڈالر) کے برابر ہے۔

۲۰۰۵ء تک بنک کی شاخوں کی تعداد ۱۶۹ تک پہنچ چکی ہے، جبکہ ۲۰۰۴ء میں یہ تعداد ۱۵۱ تھی۔ بنک کا ہدف ہر تھانے کی سطح پر ایک شاخ (Branch) قائم کرنا ہے، جبکہ ۲۰۰۶ء میں مزید ۲۵ شاخیں قائم کی جائیں گی۔ اسی طرح اس سال دو شاخیں بیرون ملک قائم کی جائیں گی۔ بنک کی تمام شاخوں کو کمپیوٹرائزڈ کر دیا گیا ہے، جب کہ ۳۷ برانچیں آن لائن خدمات بھی فراہم کر رہی ہیں۔ ہدف یہ ہے کہ تمام شاخوں کو جلد از جلد آن لائن کر دیا جائے۔

بنک کا ادا شدہ سرمایہ ۲۷۶۴٫۸ ملین ٹکہ (۴۰ ملین ڈالر) ہے اور منظور شدہ سرمایہ ۵۰۰۰ ملین ٹکہ (۷۳ ملین ڈالر) ہے، جبکہ بنک کے حصہ داران (Share Holders) کی تعداد ۱۶ ہزار ہے۔ ۲۰۰۳-۰۴ میں بنک نے اپنے حصہ داران کو ۲۰ فی صد کی شرح سے منافع تقسیم کیا، جب کہ بورڈ نے سال ۲۰۰۵ء کیلئے منافع کی شرح ۲۵ فی صد طے کی ہے۔

۲۰۰۵ء بنک کھاتوں میں جمع ہونے والی رقوم ۱۰۸،۲۶۱ ملین ٹکہ (۱۵۵۰ ملین ڈالر) ہیں، جبکہ کھاتہ داروں کی تعداد ۳۰ لاکھ تھی، جبکہ ۲۳ اپریل ۲۰۰۶ء تک کھاتہ داروں کی تعداد ۳۳ لاکھ ۴۱

ہزار اور جمع شدہ رقوم ۱۱۱،۶۰۲ ملین ٹکہ ہو چکی ہیں، جبکہ گذشتہ پانچ سالوں میں جمع شدہ رقوم میں ۲۸ فی صد اضافہ ہوا ہے۔

۲۰۰۵ء میں بنک نے ۱۰۲،۱۴۵ ملین ٹکہ کی سرمایہ کاری اور ۲۳ اپریل ۲۰۰۶ء تک سرمایہ ۱۱۰،۵۷۹ ملین ہو چکی ہے۔ سرمایہ کاری کرنے والے کھاتہ داروں کی تعداد ۵ لاکھ ہے جس میں گذشتہ پانچ سالوں میں ۲۹ فی صد اضافہ ہوا ہے، جبکہ بنک نے سرمایہ کاری کے ذریعے ۳ لاکھ لوگوں کو روزگار فراہم کیا ہے۔ سرمایہ کاری کا ۴۵ فی صد صنعتی شعبے میں، ۳۹ فی صد تجارتی شعبے میں، ۸ فی صد تعمیرات، ۳ فی صد تحتی ڈھانچا (infra structure) ۲ فی صد زراعت اور بقیہ ۳ فیصد سرمایہ کاری دیہی ترقی (rural development)، چھوٹے پیانے کی صنعتوں، طبی شعبہ، اشیائے صارفین، دودھ اور مرغبانی کے شعبوں میں ہوئی ہے۔

۲۰۰۵ء کے اختتام پر گارمنٹس سیکٹر کے ۲۱۹، ٹیکسٹائل کے ۱۳۶، زرعی شعبہ کے ۷۵، اسٹیل اور انجینئرنگ کے ۵۴، پرنٹنگ کے ۲۸ اور دیگر شعبوں کو ملا کر ۸۲۱ منصوبوں میں سرمایہ کاری کی گئی۔ دیہی ترقی میں اپنا حصہ ڈالنے کیلئے بنک نے ۱۹۹۵ء میں ''رورل ڈویلپمنٹ اسکیم'' شروع کی، جس کا مقصد چھوٹے پیانے پر سرمایہ کاری کی فراہمی کے ذریعے دیہات کے لوگوں کو کام اور روزگار کے مواقع فراہم کرنا اور ان کی آمدنیوں میں اضافے کے ذریعے غربت کا خاتمہ تھا۔ اس اسکیم میں رقوم کی واپسی کی شرح ۹۹ فی صد ہے۔ اگلے دو سالوں میں اس اسکیم کے تحت سرگرمیوں میں دگنا اضافے کا ہدف مقرر کیا گیا ہے۔

درآمدی اور برآمدی کاروبار کے لحاظ سے اسلامی بنک ملک کا تیسرا بڑا اور بیرون ملک کے ترسیلات کے حوالے سے دوسرا بڑا بنک ہے۔ اس مقصد کیلئے بنک نے ۷۲ ملکوں میں ۲۳۵ بنکوں اور زرمبادلہ کے اداروں سے ۸۵۰ معاملات طے کیے ہیں۔ ۲۰۰۵ء میں گذشتہ سال کی نسبت ۳۱

فی صد اضافے کے ساتھ بنک کا زرمبادلہ کا کاروبار ۲۱۳۹ ملین ڈالر کا رہا۔

اسلامی بنک بنگلہ دیش کی ایک انفرادیت یہ ہے کہ بنک کی سرگرمیوں کا رُخ معاشرتی فلاح و بہبود کی طرف ہے۔ معاشرتی فلاح و بہبود، غریبوں اور ضرورت مند لوگوں کی مالی امداد کی فراہمی کیلئے، اسلامی بنک فاؤنڈیشن، قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ اس فاؤنڈیشن کا مقصد پس ماندہ لوگوں کی ترقی، عام لوگوں کو تعلیمی سہولتوں کی فراہمی، انسانی ذرائع کی ترقی، ادب اور فن وثقافت کی صحت مندانہ ترویج، سائنس و ٹیکنالوجی، کھیلوں، تحقیق اور اسلامی تعلیمات کا فروغ ہے۔ پورے بنگلہ دیش میں اس مقصد کیلئے فاؤنڈیشن کی سرگرمیاں جاری ہیں۔

پانچ جدید، اسلامی بنک ہسپتال، اور چار، اسلامی بنک کمیونٹی ہسپتال، قائم کئے گئے ہیں۔ اسلامی بنک انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کے نام سے پانچ پیشہ ورانہ ادارے، نفسیاتی و جسمانی، معذوری کی بحالی کا ادارہ، آفات سے متاثرہ خواتین کی بحالی کا ادارہ، اسلامی بنک انٹرنیشنل اسکول اینڈ کالج، اسلامی بنک میڈیکل کالج، پانچ سروس سنٹر کے علاوہ غریب اور ذہین طلباء کیلئے وظائف، طبی مقاصد کیلئے مالی امداد اور ضرورت مند لوگوں کی بچیوں کی شادی کیلئے امداد فراہم کی جا رہی ہے۔ اس طرح اسلامی بنک بنگلہ دیش نہ صرف ملکی ترقی میں بھرپور حصہ لے رہا ہے، بلکہ سماجی و معاشرتی سطح پر خدمت عامہ کیلئے بھرپور جدوجہد کر رہا ہے۔ دن رات کی محنت شاقہ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔

(جناب عبدالرقیت، ایگزیکٹو صدر، اسلامی بنک بنگلہ دیش کی تحریر سے ماخوذ)

(مرسلہ: ۔عبدالقیوم ہاشمی)

ہمارا نظام شمسی

اِبتدائیہ

(ڈاکٹر علی رضا)

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے موجودہ ماڈرن زمانے کی ذہنیت اور طالبین کی مصروف زندگی کو دیکھتے ہوئے حصول حکمت (تصوف) کے جو طریقے مقرر فرمائے ان میں سے ایک طریقہ تفکر کا بھی ہے جس کا حاصل عرفان باری تعالیٰ ہے۔اس طریقہ تفکر کو مختصراً طریقت توحیدیہ اور تفصیلاً تعمیر ملت میں بیان فرمایا ہے۔

قبلہ انصاریؒ صاحب نے تفکر کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

1۔تفکر بالمشاہدہ　　　　2۔تفکر بالمراقبہ

تفکر بالمشاہدہ کے بارے میں قبلہ انصاریؒ صاحب تعمیر ملت میں ارشاد فرماتے ہیں ”جب پہلے طریقے پر عمل کرنے سے تجلیات وغیرہ کا مشاہدہ ہونے لگے تو اب تم اس تمام یونیورس یعنی کائنات کا تصور دماغ میں قائم کرو۔یہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ پہلے فلکیات پر چند ایسی کتابیں پڑھو جو موجودہ تحقیقات کے مطابق لکھی گئی ہوں۔اس طرح تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ سورج، چاند ستارے اور سیارے سب بڑے بڑے کرّے ہیں جو اس فضا میں تیر رہے ہیں۔ان کی تعداد، جسامتیں اور درمیانی فاصلے اتنے زیادہ ہیں کہ انسانی شمار وحساب میں بھی نہیں آسکتے۔“

چونکہ فلکیات پر جتنی موجودہ تحقیقات ہورہی ہیں ان کے مراکز مغربی ممالک میں ہیں۔اس لئے وہ ان تحقیقات کو اپنی قومی زبان میں ہی شائع کرتے ہیں۔اور اردو زبان میں فلکیات پر جدید تحقیق کے مطابق مواد ملنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

اب چونکہ حصول حکمت میں تفکر کیلئے اس کا مطالعہ لازمی امر ٹھہرا۔اور مغربی زبانوں سے نابلد ہمارے اردو دان طبقے کو اس کا حصول تھوڑا مشکل نظر آتا ہے۔لہذا ایسی بات کو پیش نظر رکھتے

ہوئے علم فلکیات پر یہ سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔

ہمارا نظام شمسی

ہمارا نظام شمسی جو کہ ایک سورج نو سیاروں اور ان کے لاتعداد چاندوں اور بے شمار دوسرے اجسام پر مشتمل ہے ہزاروں سال سے اپنی کہکشاں میں موجود ہے سینکڑوں سال پہلے ماہرین فلکیات نے آسمان پر چھوٹے چھوٹے روشنی کے نقطے دریافت کیے جو کہ ستاروں کے درمیان ایک جگہ سے دوسری جگہ گھومتے رہتے تھے۔ان نقطوں کو انہوں نے سیاروں کا نام دیا اور ان سب کے انفرادی نام روم کے دیوتاؤں کے نام پر رکھ دیئے۔مثلاً جوپیٹر، جو کہ تمام دیوتاؤں کا بادشاہ کہلاتا تھا۔مارس، یہ جنگ کا دیوتا تھا۔مرکری، یہ پیغام رسانی کا دیوتا تھا۔وینس، یہ محبت اور خوبصورتی کا جبکہ سٹارن جوپیٹر کا باپ اور زراعت کا دیوتا کہلاتا تھا۔جب دوربین دریافت ہوئی تو مزید تین سیارے دریافت کر لئے گئے۔یورینس (1781) نیپچون (1846) اور پلوٹو (1930) میں دریافت کیے گئے۔اس طرح ہمارے نظام شمسی کے سیاروں کی تعداد نو ہوگئی۔ لیکن چوبیس اگست 2006ء کو فلکیات کی عالمی تنظیم (IAU) نے پلوٹو سے سیارہ ہونے کا حق چھین لیا۔اس طرح ہمارے نظام شمسی کے سیاروں کی موجودہ تعداد آٹھ رہ گئی۔(پلوٹو سے یہ حق چھینا گیا اس کا مفصل بیان پلوٹو کے عنوان کے تحت کیا جائے گا)۔سورج سے نزدیک ترین چار سیارے (عطارد، زہرہ، زمین، مریخ) پتھریلے سیارے کہلاتے ہیں۔کیونکہ ان کی سطح مضبوط اور پتھریلی ہے۔جبکہ باقی ماندہ چار سیارے (مشتری، زحل، یورینس، نیپچون) گیسی دیو کہلاتے ہیں۔ہر سیارے اور اس کے چاند کا اپنا ایک خاص ماحول ہے۔اور یہ ماحول مخصوص بنیادی عناصر کی موجودگی کی وجہ سے تشکیل پاتا ہے۔

مثلاً زمینی ماحول میں بنیادی عناصر نائٹروجن اور آکسیجن، زہرہ میں کاربن ڈائی آکسائیڈ اور کچھ اور زہریلی گیسیں مثلاً سلفر ڈائی آکسائیڈ، مریخ میں کاربن ڈائی آکسائیڈ جبکہ مشتری،

زحل، یورینس اور نیپچون کی فضا زیادہ تر ہائیڈروجن اور ہیلیم پر مشتمل ہے ہمارے نظام شمسی میں تقریباً 162 چاند دریافت ہو چکے ہیں جو کہ مختلف سیاروں کے گرد گردش کرتے ہیں ۔1610ء سے 1977 تک ماہرین فلکیات کے نزدیک زحل ہی واحد ایک ایسا سیارہ تھا جس کے اردگرد رنگز تھے ۔لیکن اب ہم جانتے ہیں کہ مشتری، یورینس اور نیپچون کے گرداگرد بھی رنگ سسٹم موجود ہے پرانے فلکیات دان یہ خیال کرتے تھے کہ زمین اس کائنات کا مرکز ہے اور سورج اور تمام سیارے اس کے گرد گھومتے ہیں لیکن کوپرنیکس نے ان خیالات کی تردید کی اور ثابت کیا کہ زمین اور ہمارے نظام شمسی کے تمام سیارے سورج کے گرد مختلف مداروں میں گردش کرتے ہیں ۔یہ تھا ہمارے نظام شمسی کا ایک مختصر سا تعارف ۔اور اب ہم اپنے نظام شمسی کو تفصیلاً بیان کرتے ہیں۔

سورج:۔سورج ہمارے نظام شمسی کا اکلوتا اور سب سے نزدیکی ستارہ ہے ۔زمین سے اس کا فاصلہ 149.60 ملین کلومیٹر (92.96 ملین میل) ہے ۔اس فاصلے کو نظام شمسی میں فاصلہ ماپنے کی اکائی تسلیم کیا گیا ہے ۔اور اسے آسٹرانومیکل یونٹ یا مختصراً (AU) کہتے ہیں سورج اور زمین کے تال میل سے ہی دن رات، موسم اور دیگر حالات وقوع پذیر ہوتے ہیں ۔سورج زمین سے تین لاکھ بتیس ہزار نو سو گنا زیادہ کثیف ہے ۔اور یہ پورے نظام شمسی کی کل کمیت کا 99.86 فیصد ہے ۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ سارے سیارے، چاند اور دیگر اجسام پورے نظام شمسی کے صرف اور صرف 0.14 فیصد پر مشتمل ہیں ۔سورج کے چھ حصے ہیں ۔1 ۔کور 2 ۔ریڈی ایکو زون 3 ۔کونویکٹو زون اندرونی حصے جبکہ 4 ۔فوٹو سفیئر 5 ۔کروموسفیئر اور کرونا بیرونی حصے ہیں۔

کور کا درجہ حرارت 27 ملین ڈگری فارن ہائیٹ کے قریب ہوتا ہے جو کہ تھرمونیوکلیئر فشن کے لئے انتہائی موزوں ہے کور کے اندر تھرمونیوکلیئر فشن سے جو روشنی اور توانائی پیدا ہوتی ہے اسی پر سورج کا انحصار ہے اور وہی روشنی اور توانائی زمین تک پہنچتی ہے ۔کور سے یہ روشنی اور توانائی

ریڈی ایکوزون میں داخل ہوتی ہے اور پھر وہاں سے کونویکٹیوزون میں ۔کونویکٹوزون میں درجہ حرارت کور کے مقابلے میں 3.5 ملین ڈگری فارن ہائیٹ کم ہوتا ہے۔یہی وہ زون ہے جہاں پلازمہ کے بڑے بڑے بلبلے بنتے اور اوپر کی طرف حرکت کرتے ہیں۔یہ پلازمہ بنیادی طور پر عامل ایٹوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔

سورج کے بیرونی حصوں میں سب سے پہلے فوٹوسفیئر آتا ہے۔اس کوسورج کی سطح بھی کہا جاتا ہے ۔اس کی موٹائی 500 کلومیٹر کے قریب ہے۔یہی وہ حصہ ہے جہاں سے روشنی 8منٹ میں زمین تک پہنچتی ہے۔فوٹوسفیئر کے اندر ہی سن سپاٹ پائے جاتے ہیں ۔ان حصوں میں اوپری حصوں سے کم روشنی، کم درجہ حرارت لیکن زیادہ مقناطیسی کشش پائی جاتی ہے۔ یہاں کا درجہ حرارت صرف دس ہزار ڈگری فارن ہائیٹ ہوتا ہے۔جو کہ اندرونی حصوں کے مقابلے میں بہت کم ہے۔فوٹوسفیئر سے اوپر کروموسفیئر اور پھر کرونا ہے ۔ان موخر الذکر دو حصوں میں فوٹوسفیئر کے مقابلے میں بہت کم روشنی پائی جاتی ہے۔دوران گردش جب زمینی چاند فوٹوسفیئر کو ڈھانپ لیتا ہے تو کروموسفیئر سورج کے گرد سرخ ہالے کی صورت میں جب کہ کرونا خوبصورت سفید رنگت میں نمودار ہوتا ہے۔اسی کوسورج گرہن بھی کہا جاتا ہے۔

1۔عطارد:۔اس کو انگلش میں مرکری کہا جاتا ہے۔اور اسے پیغام رسانی کے دیوتا سے تشبیہ دی جاتی ہے۔یہ پتھریلا سیارہ سورج سے نزدیک ترین واقع ہے ۔یہ سورج کے گرد اپنے مخصوص مدار میں گردش کرتا ہے جہاں پر اس کا سورج سے کم از کم فاصلہ 47 ملین کلومیٹر اور زیادہ سے زیادہ فاصلہ 70 ملین کلومیٹر ہے۔یہ سورج کے گرد ایک چکر 88 دنوں میں مکمل کرتا ہے ۔اس کی رفتار تقریباً ایک سیکنڈ میں 50 کلومیٹر ہوتی ہے۔اسی لئے یہ باقی سب سیاروں سے زیادہ تیز رفتار ہے۔اس کی سطح کا درجہ حرارت تقریباً 430 ڈگری سیلسیس ہوتا ہے۔

لیکن عطارد کا ماحول اس درجہ حرارت کو محفوظ نہیں رکھ سکتا۔اس لئے رات کو اس کا درجہ

حرارت گر کرصرف 183 ڈگری سیلیکس رہ جاتا ہے۔اگر ایک آدمی عطارد کی سطح پر کھڑا ہوا ور جب عطارد سورج سے نزدیک ترین مقام پر ہوتو اس آدمی کو سورج زمین کے مقابلتاً تین گنا بڑا نظر آئے گا۔سورج کے نزدیک ترین ہونے کی وجہ سے اس کا براہ راست جائزہ ناممکن ہے ماسوائے سحری کے اوقات میں۔عطارد 108 سال میں صرف 13 دفعہ بلواسطہ طور پر نظر آتا ہے۔زمین کے لوگ عطارد کو اس وقت دیکھتے ہیں جب یہ سورج کے سامنے سے گزرتا ہے۔اس کو وہ عارضی قیام کہتے ہیں۔یہ مختصراُاور عارضی قیام عام طور پر 8 مئی اور 10 نومبر کے دنوں میں ہوتا ہے۔اس صدی میں یہ دو دفعہ یعنی 7 مئی 2003اور 8 نومبر 2006 کو عارضی قیام کر چکا ہے۔شروع میں سائنسدانوں کا یہ خیال تھا کہ عطارد کا صرف ایک رخ ہی ہر وقت سورج کے سامنے رہتا ہے لیکن 1965ء میں ماہرین فلکیات نے یہ دریافت کیا کہ اپنے مدار پر دو چکر مکمل کرنے پر اپنے محور پر بھی تین دفعہ چکر لگاتا ہے۔عطارد سورج کے گرد اپنا ایک چکر 88 دنوں میں مکمل کر لیتا ہے۔ عطارد کا ایک دن زمین کے 58.646 دنوں میں مکمل ہوتا ہے عطارد کو جانچنے کیلئے آج تک صرف ایک خلائی جہاز ہی بھیجا گیا ہے۔جس نے عطارد کے 45 فیصد حصے کی تصاویر حاصل کیں۔1991ء میں ماہرین فلکیات نے ریڈار ٹیکنالوجی کی مدد سے اسے پرکھنے کی کوشش کی۔

اب حال ہی میں ناسا نے ایک خلائی مشن میسنجر کے نام سے تیار کرنا شروع کیا ہے جو کہ مارچ 2011ء کو روانہ کیا جائے گا۔اس لئے عطارد کے بارے میں مزید انکشافات کا پتہ چلا لیا جائے گا۔

2۔زہرہ:۔انگلش میں زہرہ کو وینس کہا جاتا ہے اور یہ گریک ماتھولوجی میں محبت اور خوبصورتی کا دیوتا ہے۔اگر کسی سیارہ کو زمین کا جڑواں قرار دیا جائے تو وہ زہرہ ہوگا۔کیونکہ یہ دونوں سیارے سائز،وزن اور سورج سے دوری کے حوالے سے تقریباً مماثل ہی ہیں۔لیکن ایک چیز ایسی ہے جو کہ دونوں کو جدا کر دیتی ہے اور وہ ہے سمندر۔جی ہاں!زہرہ پر سمندر یعنی پانی کا کوئی

وجود نہیں ہے جبکہ زمین کے تقریباً 70 فیصد حصے پر سمندروں کی حکمرانی ہے۔زہرہ کی فضا نے ایک دبیز بادلوں کی تہہ کمبل کی صورت میں اوڑھ رکھی ہے اور یہ تہہ گرین ہاؤس افیکٹ کی طرح کام کرتی ہے۔اور زہرہ پر آنے والی توانائی اور حرارت کو واپس نہیں جانے دیتی۔یہی وجہ ہے کہ یہاں کا درجہ حرارت زمین کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔انہی عوامل کی وجہ سے یہ نظام شمسی کا روشن ترین سیارہ ہے۔ہم زہرہ کی سطح کا براہ راست مشاہدہ نہیں کر سکتے۔اس لئے ناسا نے اپنا ایک خلائی مشن زہرہ کی طرف بھیجا جس کا نام میگلین مشن تھا۔اس مشن میں ریڈار ٹیکنالوجی کی مدد سے زہرہ کی سطح کے بارے میں تمام معلومات اکٹھی کی گئیں۔اس کے علاوہ گلیلیو نے انفرا ریڈ میپنگ کے ذریعے اس کے ماحول کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں۔عطارد کی طرح زہرہ بھی کچھ وقفوں کے لئے جب سورج کے سامنے سے گزرتا ہے تو اس مختصر وقفے میں وہ زمین کے باسیوں کو نظر آتا ہے۔دوربین کی دریافت سے لے کر اب تک کافی دفعہ (1631, 1639, 1761, 1769, 1874, 1882) اس کا مشاہدہ کیا جا چکا ہے۔یہ ایک صدی میں صرف دو دفعہ نظر آتا ہے۔موجودہ صدی میں یہ 8 جون 2004ء میں دیکھا جا چکا ہے۔اور اب دوبارہ 6 جون 2012 میں نظر آنے کا امکان ہے۔زہرہ کی فضا کاربن ڈائی آکسائیڈ اور گندھک کے تیزاب کے بخارات کے بادل پر مشتمل ہے۔یہاں کا درجہ حرارت تقریباً 880 ڈگری فارن ہائیٹ ہے زہرہ سورج کے گرد ایک چکر 225 زمینی دنوں میں پورا کرتا ہے۔اس کا مطلب ہوا کہ زہرہ کا سال 225 زمینی دنوں پر مشتمل ہے۔جبکہ زہرہ اپنے محور پر ایک چکر 243 زمینی دنوں میں مکمل کرتا ہے۔اس طرح وینس کا ایک دن 117 زمینی دنوں پر مشتمل ہے۔قارئین کو ایک مزے کی بات بتاتا چلوں۔زہرہ پر سورج مغرب سے نکلتا ہے اور مشرق میں غروب ہوتا ہے۔(اس کی وجہ اس کا مشرق سے مغرب کی طرف گھومنا ہے جبکہ زمین کی حرکت مغرب سے مشرق کی طرف ہے۔) (جاری)

آیئے ملائشیا چلتے ہیں

(رحمت اللہ شاہ)

ملائشیا جانے کی خبر میرے لیے کوئی معمولی خبر نہ تھی۔بہت خوش تھا کہ پاکستان سے باہر جانے کا موقع ملا ہے۔دوست احباب میں سب کو بتایا بہت سے تبصرے ہوئے مختصر یہ کہ سب سے پیار ملا اور سب میری خوشی میں شریک ہوئے۔سب خوشیوں کے ساتھ ایک اداسی بھی تھی جو کہ ایک سال کیلئے قبلہ حضورؒ کی صحبت سے محرومی کی تھی۔میں یہی سوچتا تھا کہ بابا جان سے اتنی دور رہوں گا۔اب تو یہ ذکر وغیرہ اور پیار محبت مل جاتا ہے شاید وہاں جاکر سب چیزوں سے محروم ہوں گا۔بڑا اخدشہ ذکر کے چھوٹ جانے کا تھا۔قبلہ حضور سے انتہائی مختصر ملاقات میں کہہ تو نہیں سکا مگر اللہ نے کرم کیا۔ملائشیا آکر مجھے ویسا ہی پیار ملا ہے جیسا مرکز تعمیر ملت پر ملتا ہے۔میرے خدشات میری نادانی اور اہل اللہ کی صحبت اور کیفیات سے کم آگاہی کی وجہ سے تھے۔بحرحال وہ وقت آ گیا کہ جب کراچی سے روانہ ہونا تھا۔دوست احباب اور عزیز واقارب لاہور سے الوداع کر چکے تھے۔لاہور سے کراچی تک تو پاکستان کا ہی خیال ذہن میں تھا مگر اس کے بعد ملائشیا کے بارے میں خیالات آتے رہے۔

ملائشیا ائیر لائنز میں جب سوار ہوا تو لوگوں کو دیکھا۔ایسا لگ رہا تھا کہ انسانی خوبصورتی کو الوداع کہہ رہا ہوں۔کوئی خوبرو نوجوان، بچہ بوڑھا نظر نہ آیا۔پہلا تاثر تو یہی بنا کہ خوبصورت لوگ سب پاکستان رہ گئے۔پرواز کے دوران کئی چیزیں کھانے پینے کو ملیں تو بڑی مایوسی ہوئی مٹھائی ہے تو چکھ کر غلطی کی۔چائے ہے تو وہ مثالی اور جو چاول وغیرہ ملے ہیں تو ان میں ایسے ذائقے کہ چاول اور چکن چن کر کھانا مناسب لگا۔یہ دوسرا احادثہ کہ ذائقے سے بھی گئے۔ملائشیا پہنچ گئے یہاں کھانے پینے کے سٹالز ائیر پورٹ پر تھے۔صفائی تو خوب نظر آ رہی تھی مگر بدبو ایسی تھی جو جلدی گزرنے پر مجبور کرتی تھی۔ائیر پورٹ سے باہر آئے تو یونیورسٹی کا نمائندہ مجھے لینے آ چکا

تھا۔اس کے پروٹوکول سے ایسا لگتا تھا کہ جیسے میں نے ملائشیا آ کر اس پر احسان کیا ہے۔بہت ادب واحترام ملا۔بڑی شان سے یونیورسٹی میں داخل ہوئے۔ہاسٹل کے گیٹ پر یونیورسٹی کا نمائندہ میرے کمرے کی چابی لیکر کھڑا تھا۔سامان وغیرہ لے جا کر مجھے کمرا دکھایا اور فارم وغیرہ پر کرا کے چلا گیا۔

کوالالمپور میں ملایا یونیورسٹی ملائشیا کی سب سے بہترین یونیورسٹی ہے۔صبح،دوپہر اور شام کلاسز ہوتی ہیں۔تعلیم میٹرک سے پی ایچ ڈی تک ہے۔پچاس ہزار سے زیادہ طلباء وطالبات پڑھتے ہیں۔اسکے بارہ ہاسٹلز ہیں۔ہاسٹلز کو کالج کہا جاتا ہے۔کالج 12 سب سے بڑا ہے جس کے چار بلاک ہیں۔اس میں پانچ ہزار کے لگ بھگ لڑکے اور لڑکیاں رہتے ہیں۔دس گیارہ منزلیں ہیں۔خوبصورتی اور صفائی اپنی مثال آپ ہیں۔ہمارا ادارہ ایشیا یورپ انسٹی ٹیوٹ ہے۔جس میں چالیس طلبہ وطالبات ہیں۔پاکستان سے صرف میں جبکہ دیگر مما لک سے آنے والوں میں جاپان تھائی لینڈ،ویت نام،لاوس،میانمر،اٹلی،فرانس،جرمنی،امریکہ اور انڈونیشیا کے طلبہ وطالبات ہیں۔ملائشیا کی سرزمین پتھریلی ہے۔اسلام آباد کی طرح نشیب وفراز ہیں۔ملائشیا ایسی ہی زمین پر مشتمل ہے۔موسم بہت زبردست ہے نہ گرمی ہے نہ سردی۔خط استوا پر ہونے کی وجہ سے ملائشیا میں دن میں دو مرتبہ بارش دو مرتبہ سخت دھوپ اور بادل ہوتے ہیں۔بعض دفعہ ہفتہ بھر موسم ایک جیسا رہتا ہے یا بارش نہیں ہوتی یا بارش ہوتی رہتی ہے۔مگر معمول کی زندگی زیادہ متاثر نہیں ہوتی۔کمروں میں حبس کا کوئی تصور نہیں۔رات کو عموماً پنکھا بند کر کے سونا پڑتا ہے۔ملائشیا کا موسم اور آب وہوا دل کو بھا جانے والے ہیں۔ملائشیا کے لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہیں۔اصل باشندے ملے (Malay) ہیں۔یہ کل آبادی کا ساٹھ فیصد ہیں۔تقریباً سب مسلمان ہیں۔حکومت پر ان کا کنٹرول ہے۔گورنمنٹ کی ملازمتوں میں یہ اول ترجیح ہوتے ہیں۔یہ سب کے سب گورنمنٹ سیکٹر میں ہیں۔دوسرے درجہ کے شہریوں میں چینی اور انڈین ہیں۔چینی کل آبادی کا دس فیصد ہیں۔ملائشیا کی معیشت پر چینی لوگوں کی مکمل حکمرانی ہے۔ہر کاروبار اور بازار میں

صرف چینی ہیں ۔انڈین لوگ ٹرانسپورٹ اوراس طرح کے دیگر شعبوں میں نظر آتے ہیں ۔چینی اور انڈین ایک دوسرے سے شدید نفرت کرتے ہیں ۔باہمی میل جول بالکل نظر نہیں آتا ۔چینی لوگ بہت سمجھدار اور اپنے آپ میں مگن رہنے والے جبکہ انڈین ملائشیا میں جرائم پیشہ لوگ ہیں ۔ ملائشیا میں لوگوں کے پاس اسلحہ وغیرہ نہیں ہوتا بلکہ چھری چاقو سے ڈکیتیاں ہوتی ہیں ۔

ملے امام شافعیؒ کے ماننے والے ہیں ۔ان کے بارے میں عام تبصرہ یہی ہوتا ہے کہ یہ چینی لوگوں کی ضد میں مسلمان بن کے دکھاتے ہیں اور عادتاً مسلمان ہیں ۔مگر یہ لوگ مذہب سے لگاؤ ضرور رکھتے ہیں ۔امام شافعیؒ کی تعلیمات کے بارے میں تو مجھے کوئی آگاہی نہیں مگر یہ ضرور دیکھا کہ ایک جماعت سلام پھیرتی ہے دوسری کا اللہ اکبر ہوجاتا ہے اس طرح چار چار اور پانچ پانچ جماعتیں ہوجاتی ہیں ۔دوافراد بھی ملتے ہیں تو فوراً ایک امام بن جاتا ہے ۔ایک نماز پڑھتا ہے دوسرا وضو کر کے اس کے پیچھے ہی اللہ اکبر کہتا ہے اور آگے والا نماز کے دوران ہی امامت کے فرائض سرانجام دینا شروع کردیتا ہے ۔رمضان المبارک میں لڑکیاں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں ۔ان کی تعداد لڑکوں سے چار گناہ زیادہ ہوتی اور سب کی سب سر سے پاؤں تک سفید کپڑے پہنتی تھیں ۔

نماز کے یونیفارم کے علاوہ اور کوئی لباس نظر نہ آتا تھا ۔جمعہ کے روز کوئی لڑکی روایتی لباس ''باجوکرنگ'' کے بغیر نظر نہیں آتی جو ملے ہو ۔عام حالات کے لباس یورپین طرز کے ہیں ۔ سکارف ضرور ہوگا مگر باقی جینز کلچر ہے ۔

مذہبی معاملات حکومت کنٹرول کرتی ہے ۔ملائشیا میں لوگوں کیلئے سب کچھ ہے مگر رائے کی آزادی نہیں ہے ۔حکومت ملے لوگوں کی ہے اور حکومت جو کرے ٹھیک ہوتا ہے ۔لوگ اس میں دخل نہیں دیتے ۔امن پسند ہیں نہ تو جلسے ہیں نہ جلوس نہ ہی کوئی اور ہنگامہ آرائی ۔حکومت کاہر طرح سے کنٹرول ہے ۔ادارے مضبوط ہیں ۔لوگ حکومتی اداروں کا خوف محسوس کرتے ہیں ۔ ملائشیا وہ ملک ہے کہ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ 1960 میں پاکستان سے زکوٰۃ کے پیسے

یہاں آئے تھے۔یہ جنگلی لوگ ہیں۔یہ غیر مہذب لوگ ہیں۔انہیں ان کی حکومت نے زمین سے آسمان تک پہنچادیا ہے۔میری پہلی رائے یہی تھی کہ یہ خوش نصیب ہیں جنہیں بہترین حکمران ملتے رہتے ہیں۔جوان سے مخلص تھے ملائشیا کے دارالحکومت میں بہت اونچی اور بلند وبالا عمارتیں ہیں۔دس پندرہ منزلہ عمارت تو معمولی بات ہے۔سب سے بلند عمارت کوالالمپور سٹی سنٹر ہے جوکہ دومناروں کی طرح ہے اور Twins Tower کہلاتے ہیں۔یہ 84 منزلہ ہے۔

ملائشیا کی صنعتی ترقی کی بات کی جائے تو یہ بہت آگے جاچکا ہے۔کچھ علاقوں میں جانے کا اتفاق ہوا۔ان کے روڈ ہمارے موٹر وے کی طرح ہیں۔ٹرانسپورٹ بہت اعلیٰ ہے۔زیر زمین اور اوور ہیڈ برج اور زمین کی سطح پر چلنے والی ریل گاڑیاں ہیں۔خودکار نظام ہیں۔آمدورفت اور ٹکٹ لینے دینے کا نظام تک سب مشینیں کرتی ہیں۔بنک اور عمومی معاملات اور کاروبار بہت زبردست انداز سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔ملائشیا کے بازار خرید وفروخت اور بہت سے معاملات مشین سے کنٹرول کیے جاتے ہیں۔ابھی یہ چیزیں ہماری سرزمین پر نہیں آئیں یا شاید لاہور میں مجھے نظر نہیں آئیں۔کس کس پہلو سے بات کی جائے ہر طرف ترقی کا دور دورہ ہے۔

ملائشیا نے ہماری آمد سے ہفتہ پہلے گولڈن جوبلی منائی۔ہر عمارت پر آج بھی ان کے جھنڈے لگے ہیں۔گاڑیوں پر چھوٹے جھنڈے مستقل لگے ہیں۔حکومت نے خود سب کچھ کیا اور تاحال قائم ہے۔یہاں جھنڈیوں کا رواج نہیں ہے۔ہر چیز سلیقے سے کی گئی ہے۔

ملائشیا کی ترقی اور خوشحالی کے ترانے جتنے گائے جائیں وہ کم ہیں۔میرا انہیں یہاں آنے والے چند پاکستانیوں سے جن سے ملاقات ہوئی ان کا یہ حال ہے۔ایک طرف ملائشیا کے ترانے تو دوسری طرف پاکستان کا گلہ۔ایک طرف ملائشیا کی حکومت کی تعریف تو دوسری طرف پاکستان کے حکمرانوں کو گالیاں۔یہ وہ پاکستانی ہیں جو ملائشیا آکر پڑھ رہے ہیں یا پڑھنے آئے اور مزدوری کرتے ہیں اور کاروبار کرنے شروع کیے ہیں جن کا کوئی مستقبل یہاں نہیں ہے۔ملائشیا تو ان

ملکوں میں سے ہے جو یہاں شادی کرنے والوں کو بھی شہریت نہیں دیتا یہ لوگ یہاں برتن دھو کر پاکستان سے باغی ہیں اور قانونی پوزیشن یہ ہے کہ ہر وقت ڈرتے پھرتے ہیں کہ امیگریشن والوں کے ہاتھ آ ئے تو ضمانت شاید پاکستان میں ہو۔

ملائشیا کے لوگوں کی قومی زبان "بہاسو ملایو" ہے ۔انگریزی کم ہی لوگ سمجھتے ہیں ۔پڑھے لکھے لوگ جو انگریزی جانتے ہیں انہیں بھی دوبارہ بتانا پڑتا ہے کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں ۔تلفظ کا بہت فرق ہے۔شروع شروع میں تو جب یہاں انگریزی بولی جاتی تھی تو دوسرے لوگوں کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ایسا لگتا تھا کہ اپنی انگریزی درست کرنی پڑے گی مگر قصور انہیں کا تھا اب وہ لوگ جو ساتھ رہتے ہیں ہر بات سمجھ لیتے ہیں ۔اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہماری انگریزی ٹھیک نہیں ہے ۔کالج 12 میں میرے ساتھ رہنے والے ملے دوستانہ انداز میں ملتے ۔مسکراتے اور سلام کر کے چلے جاتے مزید کوئی لفٹ نہیں کراتا تھا۔ذرا دیر سے معلوم ہوا کہ انگریزی یہ بول نہیں سکتے سمجھ لیتے ہیں۔

یہ تو وہ باتیں ہیں جو ملائشیا کے بارے میں ابتدائی طور پر معلوم ہوئیں ۔ان سب باتوں میں یہ ضرور ذہن میں رکھنا چاہیے کہ یہ آراء ملائشیا کے معاشرے سے بالکل نہیں ہیں بلکہ ایک تعلیمی ادارے سے ہیں ۔تعلیمی ادارے میں لوگ عملی زندگی سے بہت مختلف ہوتے ہیں یہاں سبھی اچھے ہوتے ہیں ۔حقیقت پسندانہ اور اصل رائے معاشرہ سے قائم کی جاسکتی ہے ۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی انفرادیت

1۔ دوسرے سلسلوں کی روحانی معراج اور آخری منزل کشف و کرامات کا حصول ہے لیکن ہمارے سلسلہ میں اُنکی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ ہمارے سلسلہ کا آخری مقصد اللہ کا قرب، عرفان اور لقاء کا حصول ہے۔

2۔ بزرگان عظام اور اولیائے کرام کی کرامات برحق اور انکی دعاؤں کی مقبولیت مسلم لیکن ہم مشکل کشاء اور حاجت روا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو مانتے ہیں۔

3۔ موجودہ دور کی مصروف زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے مختصر اور سہل اوراد و اذکار تلقین کیئے جاتے ہیں۔

4۔ ہمارے سلسلہ میں مجاہدہ کیلئے غصہ اور نفرت کو مکمل طور پر نفی کرنے اور عالمگیر محبت اور صداقت کو اختیار کرنے کی مشق کروائی جاتی ہے۔ یہ تربیت گھر کی چار دیواری کے اندر احسن طریقے سے ہوسکتی ہے۔

5۔ بانی سلسلہ توحیدیہ کے وصیت نامہ کے مطابق سلسلہ توحیدیہ کے روحانی پیشوا کا منصب ہمیشہ ہمیشہ کیلئے غیر وارثتی ہوگا۔

6۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیم مذہبی گروہ بندیوں اور فرقہ واریت سے بالاتر اور وسعت قلب و نظر کی مظہر ہے۔

7۔ ہمارے سلسلہ میں مریدوں کی تعداد بڑھانے کیلئے اندھا دھند بیعت نہیں کیا جاتا ہر شخص کو بیعت کرنے سے پہلے کم از کم چھ ماہ طالب رکھا جاتا ہے تا کہ وہ جماعت کے مقاصد سے اچھی طرح آگاہ ہو کر داخل سلسلہ ہو۔

8۔ سلسلہ توحیدیہ میں متوازی زندگی بسر کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ جس میں نہ تو دنیا کو ترک کرنے کی اجازت ہے اور نہ ہی اس میں غرق ہو جانے کی۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔
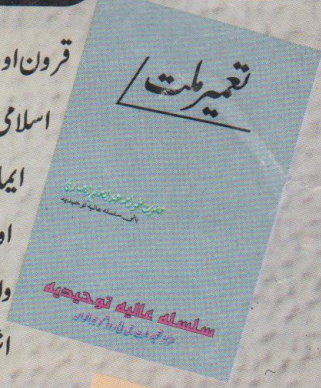
کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔

سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔

زوال امت میں امراء، علماء، صوفیا کا کردار، علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔

تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوف کے انسانی زندگی پر اثرات۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
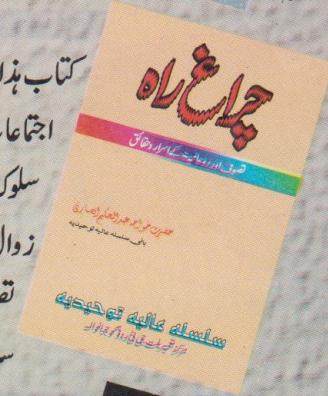
یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد و اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدہ کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقا اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

Website: www.toheedia.net